ابوبکر صدیق ؓ | عمر فاروق ؓ | یا اللہ مدد | عثمان ذوالنورین ؓ | علی المرتضیٰ ؓ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ
(سورۃ القمر)

ترجمہ و تفسیر سورۃ الفاتحہ

دُرُوس القُرآن

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

مرتبہ حافظ عبدالوحید حنفی مدظلہ

مرحبا اکیڈمی

عبد الوحيد الحنفي

یااللہ جل جلالہ — اصل کلمہ اسلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ — چاریار

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ ط

ترجمہ و تفسیر سورۂ فاتحہ

دروس القرآن

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی

چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 63

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

☆☆☆☆

نام کتاب: دروس القرآن–قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ترجمہ و تفسیر سورۂ فاتحہ
سلسلۂ اشاعت: 63 بار اوّل
مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفی آوڈھروال (چکوال) 0302-5104304
صفحات: 192
قیمت: 250 روپے
ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701
کمپوزنگ: **النور** مینجمنٹ چکوال
طباعت: 23 جمادی الاولیٰ 1439ھ 10 فروری 2018ء بروز ہفتہ
ناشر: کشمیر بک ڈپو تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148
ویب سائیٹ: www.alhanfi.com

ملنے کے پتے:

اعوان بک ڈپو	بھون روڈ چکوال 0543-553546
مکتبہ رشیدیہ	بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200
کتب خانہ مجیدیہ	بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
مکتبہ عثمانیہ	بالمقابل دار لعلوم کراچی نمبر 14
اسلامی کتب خانہ	بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5
مکتبہ انوار القرآن	نزد دارالعلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344
مکتبہ حنفیہ	اردو بازار لاہور 0343-4955890

☆☆☆☆

فہرست عنوانات

تفسیر سورۂ فاتحہ 7
درسِ قرآن 7
سبق نمبر 1 7
ذکرِ الٰہی کی قرآن وسنت میں بڑی فضیلت آئی ہے 9
ذکر کی اقسام 10
قرآن بھی ذکر ہے 10
شیطان کے معنٰی 11
سبق نمبر 2 12
مَسْنُون تَعَوُّذَات 12
مسئلہ نمبر ۱ 13
مسئلہ نمبر ۲ 14
مسئلہ نمبر ۳ 14
مسئلہ نمبر ۴ 14
تعوذ کی ضرورت 15
تعوذ کی تعلیم 16
سبق نمبر 3 17
قرآنی تَعَوُّذَات 17
(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ 17
(۲) حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ 17
(۳) حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ 18
(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کا بن یامین کو روکنے کا واقعہ 18
(۵) حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ 19
(۶) حضرت مریم کی والدہ کا واقعہ 19
(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا واقعہ 19
(۸) حضور ﷺ کو اُمت کی تعلیم کا ذکر قرآن میں 20
(۹) قرآن مجید میں یہ حکم بھی موجود ہے 20
سبق نمبر 4 22
(۱) ابلیس جنات میں سے ہے 22
(۲) ابلیس نے سجدہ نہ کرنے کے بعد قیامت تک مہلت لے لی 23
ابلیس سے سوال کہ سجدہ کیوں نہیں کیا 23
ابلیس کا جواب 24
ابلیس کا دربارِ الٰہی سے اخراج 24
ابلیس کا مہلت لینا 24
ابلیس کو مہلت 25
ابلیس کا مہلت ملنے پر اعلان 25
ابلیس کا اخراج 25
(۳) شیطان کن کے ساتھ رہتا ہے 26
سبق نمبر 5 28
سورہ اعراف 28
حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا جنت میں داخلہ 28
شیطان کا وسوسہ ڈالنا 28
شیطان کا قسم اٹھانا 29
حضرت آدم علیہ السلام کی دعا 30
حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم 30
شیطان انسان کا جانی دشمن 31
حضرت آدم علیہ السلام و اولادِ آدم کا دنیا میں آنا 32
سبق نمبر 6 34
سورہ بقرہ 34
فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم 34
آدم علیہ السلام کا جنت میں جانا 34
آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم 36
حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت 37
حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دشمن 37

شیطان کی پیروی نہ کرو 40
شیطان کے اتباع سے بچو 41
سبق نمبر 7 42
شیطان نے ہمارے والدین کو جنت سے نکلوایا 42
شیطان اور اس کی ذریت ہم کو دیکھتی ہے 42
شیطان کِس پر اُترتے ہیں 44
حِزْبُ الشَّیْطٰن 44
سبق نمبر 8 47
ربط مضامین 47
بِسْمِ اللہ کا بیان 47
بسم اللہ سے ابتداء 48
نماز میں بسم اللہ 50
نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا 50
سبق نمبر 9 52
بسم اللہ سے ابتداء 53
بسم اللہ بوقت ذبح فرض ہے 54
سبق نمبر 10 56
جب کسی چیز پر سوار ہو تو پڑھے 56
جب کھانا شروع کرے تو یہ دعا پڑھے 57
ابتداء میں بھول جائے تو پڑھے 57
"ب" اور اسم 57
تین چیزوں کی ضرورت 58
اوّل و آخر قرآن 59
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط 60
بسم اللہ کی فضیلت 60
سبق نمبر 11 65
فضائل 65
بسم اللہ 65
بسم اللہ کی خصوصیات 66
لفظ رحمٰن 66
لفظ رحیم 67
سبق نمبر 12 68
سورہ الفاتحہ 68
کلمہ حمد 68
حمد کا معنٰی 68
سبق نمبر 13 71
الحمدللہ رَبِّ الْعٰلَمِین 71
سبق نمبر 14 79
اللہ کا معنٰی 79
اللہ 80
اللہ کی صفات 81
سبق نمبر 15 86
رَبّ 86
العالمین 87
رب العالمین 89
سبق نمبر 16 91
الرحمٰن 93
الرحیم 93
الرحمٰن الرحیم 94
سبق نمبر 17 96
مالک 96
دین کا معنی 96
مالک کون ہے؟ 97
سبق نمبر 18 101
عبادت کا مفہوم 101
عبادت کے معنٰی 101
استعانت کے معنٰی کی تشریح 103
انسان پر تین حالات 104
سبق نمبر 19 106
عبادت میں خلوص 106
اللہ کا حق بندوں پر 107
بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر 108

الوہیت کی شرائط 110
الوہیت کی پہلی شرط 110
الوہیت کی دوسری شرط 111
سبق نمبر 20 112
الوہیت کی شرائط 112
اللہ کے علم کی شان 113
(۴) الوہیت کی چوتھی شرط خالق ہونا ہے 114
سبق نمبر 21 119
عبادت کی اقسام 120
اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت شرک ہے 121
سبق نمبر 22 124
توحید کے چار درجات 124
عبادت کی عملی صورت 128
استعانت سے مراد 130
ضمیر میں تقدم وتاخر 130
ایاك نعبد و ایاك نستعین 130
عبادت اور استعانت میں تقدم وتاخر 131
عبادت میں خلوص 132
صراطِ مستقیم 136
عبادت کی تعریف 138
کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں 138
سبق نمبر 23 139
صراط کا معنٰی 139
صراط مستقیم سے مراد حضور ﷺ کا راستہ ہے 140
صراط مستقیم کی نشاندہی 141
آیت کی تفسیر حدیث نبوی ﷺ 142
مختلف فرقوں کا بننا بطور آزمائش ہے 143
اختلاف امت میں نجات یافتہ کون ہوں گے 143
نجات پانے والی جماعت (جنتی فرقہ) 145
سبق نمبر 24 146
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکمیل دین کی خوش خبری 147
دین بھی کامل اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی کامل 147
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکمیل نعمت پر تین بشارتیں 148
انعام یافتہ لوگ 149
وعدہ فضلِ عظیم بر اطاعت اللہ ورسول ﷺ 149
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثل جو ایمان لایا وہ ہدایت پر ہے 150
اللہ نے صراط مستقیم حضور ﷺ کو دکھادیا 150
حدیث: 150
جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیرو صراط مستقیم پر ہوں گے 151
دین کے راستہ سے جدا ہونے والے گمراہ لوگ 151
فائدہ: 152
صراط مستقیم پر وہی ہیں جو سُنّت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ پر ہیں 154
سبق نمبر 25 155
جن جن پر اللہ کا غضب ہوا 155
(۲) اللہ تعالیٰ کا، شیطان کی پرستش کرنے والوں پر غضب 156
(۳) منافق اور مشرک مرد و عورت پر اللہ کا غضب 156
(۴) جن پر اللہ کا غضب ہوا، اُن سے دوستی منافقین رکھتے ہیں 157
(۵) کفار پر اللہ کا غضب ہے، ان سے دوستی کی ممانعت 158
ضالین کے فتنہ سے بچنے کے لیے تاکیدی حکم 159

میری امت ضلالت پر اجماع نہیں کرے گی 159
قیامت کے دن اہل بدعۃ و الضلالۃ کے چہرے سیاہ ہوں گے 159
اہل السنّت و الجماعت، صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں 160
صراطِ مستقیم پر چلنے والے سُنت و صحابہ کے رستہ پر چلیں گے 161
جن لوگوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ساتھ دیا وہ آج تک اہل السنت والجماعت ہیں 162
سبق نمبر 26 163
اللہ جانتا ہے جو صراط مستقیم پر چلتے ہیں ... 163
یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے....... 163
مہاجرین رضی اللہ عنہم و انصار رضی اللہ عنہم سچے مومن ہیں ... 164
نبی ﷺ کے لیے اللہ اور اتباع کرنے والے مومنین 165
حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ کو چھوڑنے پر جہنم ہے............................ 165
سبق نمبر 27 167
صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ پر چلنے میں جنت کی بشارت 167
اللہ نے جمیع صحابہ کے لیے جنت اور اپنی رضا واجب کر دی 168
وہ مومنین جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے .. 169
سورت فاتحہ فضائل و مسائل............ 171
سبق نمبر 28 173
سورہ فاتحہ کو ختم کر کے آمین کہنا مستحب ہے 173
آمین کے کیا معنٰی ہیں................ 174
فضیلت تلاوت سورہ فاتحہ............. 176
سورہ فاتحہ میں تمام نازل شدہ کتابوں کی تعلیم 176
سورہ فاتحہ میں شفاء ہے 177
سونے سے قبل سورہ فاتحہ پڑھنے کی برکت 177
سورہ فاتحہ ام القرآن، ام الکتاب ہے 178
سورہ فاتحہ زہر سے شفاء ہے 178
سورت فاتحہ کے دم کرنے سے سانپ کا زہر ختم ہو گیا................................ 178
سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے سر درد کا علاج 179
قید و بند اور رہائی 180
ابدال کون ہوتے ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ 181
صدیقوں کی علامات......حدیث قدسی 186
اللہ تعالٰی سے ملنے کا راستہ 186

☆☆☆☆

حافظ عبدالوحید الحنفی نے ۹/ اکتوبر ۱۹۹۸ء سے ۹ نومبر ۲۰۰۲ء تک ایک کیس میں ناحق چار سال اور ایک ماہ اڈیالہ سنٹرل جیل راولپنڈی میں دورانِ اسارت جیل کی جامع مسجد میں قیدیوں سے جو درسِ قرآن دیے تھے، وہ پیشِ خدمت ہیں۔

تفسیر سورۃ فاتحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ
بِفَضْلِهِ الْعَظِیْم
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ
کَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

درسِ قرآن

سبق نمبر 1

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	اتوار	4 اگست 2002ء 24 جمادی الاولیٰ 1423ھ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

میں پناہ حاصل کرتا ہوں اللہ کی شیطان مردود (کے شر) سے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں۔

آیاتها ۷	۱ سورة الفاتحة مكيّة ۵	ركوعها ۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱	الرَّحْمٰنِ
سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں	جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے	جو بڑے مہربان

الرَّحِيْمِ ۝۲	مٰلِكِ	يَوْمِ	الدِّيْنِ ۝۳
نہایت رحم کرنے والے ہیں	جو مالک ہیں	روزِ	جزا کے

اِيَّاكَ	نَعْبُدُ	وَاِيَّاكَ
صرف آپ ہی کی	ہم عبادت کرتے ہیں	اور آپ ہی سے

نَسْتَعِيْنُ ۝۴	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵
درخواست اعانت کرتے ہیں	بتلا دیجیے ہم کو رستہ	سیدھا

صِرَاطَ الَّذِيْنَ	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ
رستہ ان لوگوں کا	جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ	وَلَا
نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا	اور نہ

الضَّآلِّيْنَ ۝۷
ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہوگئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (پ۱۴، سورہ النحل آیت ۹۸)

توجب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے شر) سے، اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

تعوذ کا معنیٰ پناہ طلب کرنا ہے۔

چناں چہ قرآن پاک کی تلاوت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا سُنّت ہے۔

تَعَوُّذْ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ایک قسم ہے۔

ذکرِ الٰہی کی قرآن وسنت میں بڑی فضیلت آئی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (پ۲، سورہ البقرہ آیت ۱۵۲)

تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

حدیث میں حضور ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ هُمْ خَیْرٌ مِّنْهُمْ۔[1]

---

[1] مسلم شریف ج۲، باب الذکر

جو مجھے اپنے جی میں یاد کرے گا، میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کروں گا۔ جو آدمی مجھے کسی مجلس یا گروہ میں یاد کرے گا تو میں اس کا ذکر ان میں سے بہتر گروہ میں کروں گا۔

ذکر کی اقسام

ذکر قلبی بھی ہوتا ہے اور لسانی بھی۔ تاہم لسانی ذکر آسان ہے۔

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ تفسیر احکام القرآن ج ا، ص ۹۳ پر فرماتے ہیں کہ قلبی یا نفسی ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے قلب اور ذہن سے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کرے اور پھر اُس کا شکر ادا کرے۔ یہ قلبی ذکر کا علمی انداز ہے۔

(۲) البتہ اصحابِ طریقت کا معمول یہ ہے کہ وہ اندر جانے والے اور باہر آنے والے ہر سانس کے ساتھ اسمِ ذات اَللہ اَللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اُن کا قلب اللہ کا ذکر کرتا ہے مگر یہ چیز بڑی تربیت اور مشق کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ چوں کہ ذکرِ لسانی آسان ہے اس لیے عام لوگوں کو اسی ذکر کی تلقین کی جاتی ہے۔

قرآن بھی ذکر ہے

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (پ ۱۴، سورہ حجر آیت ۹)

ترجمہ: ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہم اُس کے محافظ ہیں۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

قرآن مجید کی تلاوت بھی ذکر کی نیت سے کی جائے۔ اب قرآن مجید کا ذکر کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھنے کا حکم ہے۔

انسان جب نیک کام شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو شیطان رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس لیے حکم ہے کہ انسان کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں چلا جائے۔ اور یہ پناہ تَعوُّذُ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم کہتا ہے۔ تو اس کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے شدید دشمن شیطان مردود کے شر سے پناہ میں رکھے تاکہ میں عبادت، تلاوت یا دیگر نیکی کا کام سرانجام دے سکوں۔

شیطان کے معنیٰ

شیطان شَطن کے مادے سے مشتق ہے۔ اور اس کے دو معنیٰ آتے ہیں۔ ایک معنیٰ دوری ہے۔ گویا شیطان اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ اس لیے اس کو رجیم یا مردود اور لعین بھی کہا جاتا ہے۔

دوسرا معنیٰ ہلاکت ہے۔ یعنی بالآخر شیطان ہلاک ہونے والا ہے۔

☆☆☆☆

سبق نمبر2

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	پیر	5اگست2002ء25جمادی الاولیٰ1423ھ

مسنون تعوّذات

(۱) احادیث میں تعوّذ کے مختلف الفاظ آئے ہیں۔ جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔

حدیث عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الخُدری اَنَّ رسُوْلَ اللہﷺ کَانَ یَقُوْلُ قَبْلَ الْقِرَآۃ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم (مصنف عبد الرزاق ج۲، ص۸۶)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتﷺ قرأت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھتے تھے۔[1]

(۲) نماز میں ثناء کے بعد تعوّذ کرے یعنی اگر امام ہے یا منفرد ہے آہستہ آواز میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔[2]

حدیث عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ افْتَتَحَ عُمَرُ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ قَالَ

[1] نماز مسنون۔ مولانا عبد الحمید سواتی ص ۳۲۶

[2] ہدایہ ج۱، ص۶۶۔ شرح نقایہ ج۱، ص۷۳۔ کبیری ص۳۰۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱، ص۲۳۷

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ [1]

حضرت اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ثنائیہ کلمات کہے۔ پاک ہے تیری ذات اے اللہ اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ اور بابرکت ہے تیرا نام۔ اور بلند ہے تیری عظمت وبڑائی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھتے یعنی شیطان مردود کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

مسئلہ نمبرا

(ا) عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ وَ عَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ لَا بِالتَّعَوُّذِ وَ لَا بِالتَّامِيْنِ [2]

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بسم اللہ، تعوذ اور آمین کو اونچی آواز میں نہیں پڑھتے تھے۔

(۲) و فی رِوَایَةِ الطَّبرانِیّ کَانَ عَلِیٌّ وَ بَدَا اللّٰہ الخ [3]

---

1 مصنف ابی شیبہ ج ا، ص ۲۳۷

2 طحاوی ج ا، ص ۱۴۰

3 مجمع الزوائد ج ۲، ص ۱۰۸

مسئلہ نمبر۲

مقتدی پر قرأۃ نہیں۔ لہٰذا تعوذ و تسمیہ نہ پڑھے۔ہاں اگر مقتدی مسبوق (بعد میں آکر نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا) ہو تو جب فوت شدہ رکعتوں کو قضا کرنے کے لیے کھڑا ہو تو پھر پڑھ لے۔[1]

مسئلہ نمبر۳

چوں کہ تعوذ قرآن پاک کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے ثناء کے بعد پڑھے۔اور قرأت کو تعوذ اور تسمیہ سے شروع کرے۔[2]

مسئلہ نمبر۴

تعوذ صرف پہلی رکعت میں اور تسمیہ ہر رکعت میں ہے۔[3]

حضور ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اس طرح استعاذہ فرماتے۔

(۲) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَفْخِهٖ وَ هَمْزِهٖ وَ نَفْسِهٖ

میں اللہ کی ذات کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ چاہتا ہوں۔ شیطان کے تکبر سے، وسوسے سے اور سحر و فساد سے۔[4]

---

1 شرح نقایہ ص ۷۴،ج ۱۔کبیری ص ۲۰۷

2 شرح نقایہ ج ۱۔کبیری ص ۳۰۴

3 کبیری ص ۳۰۴

4 صحیح ابنِ حبان ج ۲، ص ۲۰۳۔ مسند احمد ج ۴، ص ۸۰۔ ابوداؤد ج ۱، ص ۱۱۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔[1]

(۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَآئِثِ۔[2]

اے اللہ میں تیری ذات کے ساتھ سے پناہ چاہتا ہوں نر اور مادہ شیاطین سے۔

تعوذ کی ضرورت

اس دُنیا میں انسان کوئی بھی کام کرنا چاہے خواہ وہ نیکی کا ہو یا بُرائی کا تو توفیق ایزدی کے بغیر ناممکن ہے۔

کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کوئی کام ازخود انجام دے سکتا ہے مگر یہ کہ ہر قدم پر اللہ کی نصرت کی ضرورت ہو گی۔

خاص طور پر جب کوئی آدمی نیک کام انجام دینا چاہتا ہے۔ تو اُس کو طرح طرح کی رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ تاکہ یہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ طرح طرح کے شرور اور فتنے راستے میں حائل ہوتے ہیں، اسی لیے انسان کو تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی بھی اچھائی کا کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرے۔

---

[1] ترمذی شریف

[2] بخاری شریف ج ۲، ص ۹۳۲

تعوذ کی تعلیم

حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام پر سب سے پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی[1] اور جبرائیل علیہ السلام نے سورہ علق کی پہلی پانچ آیات آپ کو پڑھائیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ(۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ(۲) اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ(۳) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ(۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ(۵) (سورۃ العلق آیت ۱ تا ۵)

اپنے رب کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا O جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا O پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے O جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا O انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا O

(۲) مفسر قرآن امام ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

اَوَّلَ مَا نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَا مُحَمَّدُ اسْتَعِذْ ثُمَّ قَالَ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔[2]

یعنی پہلی آیات کے نزول سے متصلاً اسی دن جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کریں اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھیں۔

---

[1] بخاری شریف ج ۲۔ مسلم شریف ج ۱۔

[2] تفسیر ابنِ جریر طبری ج ۱، ص ۵۰

سبق نمبر3

بتاریخ	بروز	بمقام
6اگست2002ء26جمادی الاولیٰ1423ھ	منگل	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

قرآنی تعوُّذات

قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انبیاء کرام علیھم السلام کے تعوذ قرآن میں بھی آئے ہیں۔

(۱)حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو قوم نے کہا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُونَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ (سورہ بقرہ آیت ٦٧)

میں اللہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

(۲)حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

جب اللہ تعالیٰ نے نصیحت فرمائی تو کہنے لگے۔

رَبِّ اِنِّیٓ اَعُوذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ [1]

1سورہ ھود آیت ٤٧

اے اللہ! میں تیری ذات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے کسی ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ

جب زلیخا ملکہ مصر نے اپنی طرف مائل کرنے کی ترغیب دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (سورہ یوسف)

اللہ کی پناہ، وہ تو میرا مربی ہے اس نے مجھے عزت دی ہے۔ میں اس کے ناموس میں کیسے خیانت کر سکتا ہوں۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کا بن یامین کو روکنے کا واقعہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک بھائی کو چوری کے الزام میں روک لیا گیا تو بھائیوں نے کہا کہ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو روک لو اور اس کو چھوڑ دو۔

اس کے جواب میں بھی یوسف علیہ السلام نے فرمایا

مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ۔[1]

اللہ کی پناہ ہم تو صرف اسی شخص کو روکیں گے جس کے ہاں سے ہمارا سامان برآمد ہوا ہے۔

---

[1] سورہ یوسف آیت ۷۹

خادم اہلسنت عبدالوحید

(۵) حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ

حضرت مریم علیہا السلام کے حجرہ میں تنہائی کے دوران ایک فرشتہ انسانی شکل میں پہنچ گیا۔ آپ گھبرائیں اور کہنے لگیں

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (سورہ مریم)

میں رحمان کی پناہ میں آتی ہوں تجھ سے اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

(۶) حضرت مریم کی والدہ کا واقعہ

جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو اُن کی والدہ نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کیا۔

اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران)

اے اللہ! میں اس بچی اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے بچنے کے لیے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا واقعہ

جب فرعون اور اس کے ساتھیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی تو آپ نے کہا

وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ (الدخان آیت ۲۰)

میں اپنے اور تمہارے رب سے اس بات کی پناہ پکڑتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کر دو۔

(۸) حضور ﷺ کو اُمت کی تعلیم کا ذکر قرآن میں

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (سورہ اعراف، آیت ۲۰۰)

جب کبھی شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ ہو تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔

بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(۹) قرآن مجید میں یہ حکم بھی موجود ہے

قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ (۹۷) وَ اَعُوۡذُبِكَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ (۹۸)[1]

آپ کہیے! اے رب میں تیری ذات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں شیاطین کی چھیڑ چھاڑ سے اور اس بات سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے نیک کام میں خلل اندوزی کے لیے حاضر ہوں۔

(۱۰) قرآن پاک کی آخری دو سورتیں استعاذہ کے مضمون پر ہی ہیں۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۝۱	مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲
آپ کہیے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں	تمام مخلوقات کے شر سے

[1] پ۱۸، سور المومنون، آیت ۹۷،۹۸

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳	وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ
اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آئے	اور گرہوں پر پڑھ پڑھ

فِي الْعُقَدِ ۝۴	وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ
پھونکنے والیوں کے شر سے	اور حسد کرنے والے کے شر سے

اِذَا حَسَدَ ۝۵
جب حسد کرنے لگے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱	مَلِكِ النَّاسِ ۝۲
آپ کہیے میں پناہ لیتا ہوں آدمیوں کے مالک	آدمیوں کے بادشاہ

اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳	مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵
آدمیوں کے معبود کی	وسوسہ ڈالنے، پیچھے ہٹ جانے والے

الْخَنَّاسِ ۝۴	الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵
خناس (شیطان) کے شر سے	جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے

مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝۶
خواہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی ہو

غرضیکہ ان دو سورتوں میں مختلف قسم کی برائیوں سے اللہ کی پناہ پکڑنے کا طریقہ سکھلایا گیا۔

سبق نمبر 4

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	بدھ	7 اگست 2002ء 27 جمادی الاولیٰ 1423ھ

(ا) ابلیس جنات میں سے ہے

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا
اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے	کہ سجدہ کرو آدم کو	تو سب نے سجدہ کیا

اِلَّآ اِبْلِيْسَ	كَانَ مِنَ الْجِنِّ	فَفَسَقَ
سوائے ابلیس کے	وہ جنات میں سے تھا	پس نافرمانی کی

عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ	اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ	وَذُرِّيَّتَهٗٓ
اپنے رب کے حکم کی	کیا تم بناتے ہو اس کو	اور اس کی اولاد کو

اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِيْ	وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ
دوست	میرے سوا	حالاں کہ وہ تمہارے دشمن ہیں

بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝	مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ
برا ہے ظالموں کے لیے بدلہ	میں نے نہیں حاضر کیا شیاطین کو

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ
آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت	اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ	عَضُدًا
اور میں نہیں ہوں بنانے والا گمراہوں کو	مددگار

(سورہ کہف سورۃ ۱۸ آیت ۵۰ تا ۵۱)

(۲) ابلیس نے سجدہ نہ کرنے کے بعد قیامت تک مہلت لے لی

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ	ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ
اور بے شک پیدا کیا ہم نے تم کو	پھر صورت بنائی ہم نے تمہاری

ثُمَّ قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا
پھر کہا ہم نے	فرشتوں سے	سجدہ کرو آدم کو	تو سجدہ کیا سب نے

اِلَّآ اِبْلِيْسَ	لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ
سوائے ابلیس کے	وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا

ابلیس سے سوال کہ سجدہ کیوں نہیں کیا

قَالَ مَا مَنَعَكَ	اَلَّا تَسْجُدَ
اللہ نے فرمایا! کس نے روکا تجھ کو	کہ تو نے سجدہ نہ کیا

اِذْ اَمَرْتُكَ
جب کہ حکم دیا میں نے تجھ کو۔

عبدالوحید

ابلیس کا جواب

قَالَ	اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ	خَلَقْتَنِيْ
ابلیس نے کہا	میں بہتر ہوں اس سے	پیدا کیا تو نے مجھ کو

مِنْ نَّارٍ	وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝
آگ سے	اور پیدا کیا اس کو مٹی سے

ابلیس کا دربارِ الٰہی سے اخراج

قَالَ	فَاهْبِطْ مِنْهَا	فَمَا يَكُوْنُ لَكَ
اللہ نے فرمایا	تو نیچے اتر یہاں سے	کیوں کہ نہیں تیری ہستی

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا	فَاخْرُجْ اِنَّكَ
کہ تکبر کرے تو یہاں رہ کر	پس نکل جا بے شک تو

مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝
ذلیلوں میں سے ہے۔

ابلیس کا مہلت لینا

قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ	اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝
ابلیس نے کہا مہلت دیجیے مجھ کو	اُس دن تک کہ اٹھائے جائیں سب

ابلیس کو مہلت

قَالَ	اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○
اللہ نے فرمایا	بے شک تجھ کو مہلت دی گئی۔

ابلیس کا مہلت ملنے پر اعلان

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ
ابلیس نے کہا! بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے

لَاَقْعُدَنَّ	لَهُمْ	صِرَاطَكَ
کہ میں بیٹھوں گا	اُن کی تاک میں	آپ کے راستہ پر

الْمُسْتَقِيْمَ ○	ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ	مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ
جو سیدھا ہے	پھر اُن پر حملہ کروں گا	اُن کے آگے سے بھی

وَمِنْ خَلْفِهِمْ	وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ
اور ان کے پیچھے بھی	اور ان کے داہنی جانب سے بھی

وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ	وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○
اور ان کی بائیں جانب سے بھی	اور آپ نہ پائیں گے اکثریت کو ان میں شکر گزار

ابلیس کا اخراج

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا	مَذْءُوْمًا	مَّدْحُوْرًا
اللہ نے فرمایا! نکل یہاں سے	ذلیل	راندہ درگاہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالمجید الحنفی

لِمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ
جو شخص پیروی کرے گا ان میں سے تیری

لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ	مِنۡكُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ
تو میں ضرور جہنم کو بھر دوں گا	تم سب سے

(سورہ اعراف آیات ۱۱ تا ۱۸)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں تفسیر در منثور کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

ابنِ جریر سے سعید بن منصور کا قول سورہ کہف میں نقل کیا ہے:

ایک بار ملائکہ سے، جنات کو ان کی نافرمانی کی سزا دلائی گئی، چناں چہ بہت سے جنات قتل ہوئے۔

یہ ابلیس بچہ سا تھا، اس کو آسمان پر لا کر رکھا گیا۔ وہ فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مشغول تھا، اب آسمان سے نکلنے کا حکم ہوا۔[1]

(۳) شیطان کن کے ساتھ رہتا ہے

اللہ تعالیٰ سورہ زخرف آیت ۳۶، پارہ ۲۵ میں فرماتے ہیں:

وَمَنۡ یَّعۡشُ	عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ
اور جو کوئی چشم پوشی کرے گا	رحمٰن کی یاد سے

1 تفسیر بیان القرآن سورہ اعراف۔ از مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا	فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ
مقرر کرتے ہیں ہم اس کے لیے شیطان	پھر وہ اُس کے ساتھ رہتا ہے

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ	وَيَحْسَبُوْنَ
اور بے شک وہ (شیطان) روکتے ہیں ان کو راہ سے	لیکن وہ سمجھتے ہیں

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ	حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا
کہ وہ راہ پانے والے ہیں	یہاں تک کہ جب آئے گا ہمارے پاس

قَالَ يٰلَيْتَ	بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ
کہے گا اے کاش	میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی

فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ	وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ
پس برا ہم نشیں ہے تو	اور ہرگز نہیں نفع دے گا تم کو آج

اِذْ ظَّلَمْتُمْ	اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ
جب ظلم کیا تم نے	بے شک تم عذاب میں شریک ہو

☆☆☆☆

سبق نمبر5

بتاریخ	بروز	بمقام
8اگست 2002ء 28جمادی الاولیٰ 1423ھ	جمعرات	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

سورہ اعراف

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کا جنت میں داخلہ

وَيٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ اَنْتَ	وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ	فَكُلَا
اور اے آدم	رہ تو	اور بیوی تیری جنت میں	اور کھاؤ تم دونوں

مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا	وَلَا تَقْرَبَا	هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
جہاں سے چاہو	اور مت پاس جائیو	اِس درخت کے

فَتَكُوْنَا	مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۹)
کہ ہو جاؤ گے	ظالموں میں سے

شیطان کا وسوسہ ڈالنا

فَوَسْوَسَ	لَهُمَا الشَّيْطٰنُ	لِيُبْدِيَ لَهُمَا
پھر وسوسہ دیا	ان دونوں کو شیطان نے	تاکہ کھول دے اُن دونوں پر

مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا	مِنْ سَوْاٰتِهِمَا
جو کچھ چھپایا گیا تھا ان سے	ان کی شرم گاہیں

وَقَالَ مَا نَھٰكُمَا	رَبُّكُمَا
اور کہا کہ نہیں منع کیا تم دونوں کو	تمہارے رب نے

عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ	اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ
اس درخت سے	سوائے اس وجہ سے کہ ہو جاؤ تم دونوں فرشتے

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ
یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والے

شیطان کا قسم اٹھانا

وَقَاسَمَهُمَاۤ	اِنِّیْ لَكُمَا
اور قسم کھائی اس نے دونوں سے	کہ یقیناً میں تم دونوں کا

لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ	فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ
خیر خواہ ہوں	پھر کھینچ لیا اُن کو فریب سے

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ	بَدَتْ لَهُمَا
پھر جب چکھا دونوں نے درخت کو	کھل گئیں دونوں پر

سَوْاٰتُهُمَا	وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا
شرمگاہیں دونوں کی	اور جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے دونوں اپنے اوپر

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ	وَنَادٰىهُمَا	رَبُّهُمَاۤ
پتّے جنت کے	اور پکارا دونوں کو	دونوں کے رب نے

اَلَمۡ اَنۡهَكُمَا	عَنۡ تِلۡكُمَا الشَّجَرَةِ
کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تم دونوں کو	اس درخت سے

وَاَقُلۡ لَّكُمَاۤ	اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمَا	عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ
اور نہ کہا تھا تم دونوں سے	کہ تحقیق شیطان تم دونوں کا	دشمن ہے ظاہر

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا

قَالَا	رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ	اَنۡفُسَنَاۤ
دونوں نے کہا	اے ہمارے رب ظلم کیا ہم نے	اپنی جانوں پر

وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا	وَتَرۡحَمۡنَا	لَنَكُوۡنَنَّ
اور اگر نہ بخشے گا ہم دونوں کو	اور نہ رحم کرے گا ہم پر	تو ہو جائیں گے ہم

مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ
نقصان اٹھانے والے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم

قَالَ	اهۡبِطُوۡا	بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ
اللہ نے کہا	نیچے اترو	بعضے تمہارے بعض کے واسطے دشمن ہیں

وَلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ	مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ	اِلٰى حِيۡنٍ
اور تمہارے لیے زمین میں	ٹھہرنا اور برتنا ہے	ایک وقت تک

قَالَ	فِيهَا تَحْيَوْنَ	وَفِيهَا تَمُوتُونَ
فرمایااللہ نے	اس میں تم جیوگے	اور اسی میں مروگے

وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ
اور اسی سے نکالے جاؤگے

(سورہ اعراف آیات ۱۹ تا ۲۵، پارہ ۸)

شیطان انسان کا جانی دشمن

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خدا جانے وہ کیا درخت تھا، مگر اُس کے کھانے سے منع فرمادیا اور ہر آقا کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے گھر کی چیزوں میں سے غلام کو جس چیز کے برتنے کی چاہے اجازت دے دے، جس چیز کو چاہے منع کر دے۔

- پس لغزش دے دی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے، سو برطرف کر کے رہا اُن کو عیش سے جس میں وہ تھے۔
- شیطان انکارِ سجدہ کے جرم میں ملعون و مردود ہو چکا تھا اور اُس کو جماعتِ ملائکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ اور چوں کہ یہ زخم اس کو آدم علیہ السلام کی وجہ سے پہنچا تھا، اس لیے ان کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور اُن کا یوں اعزاز ہوا ہے، اب اس فکر میں لگا کہ کسی طرح آدم علیہ السلام کو مع

ان کی بیوی کے اس عیش و عشرت سے جدا کرنا چاہیے۔ اس لیے شیطان انسان کا جانی دشمن ہے۔ ہم کو چاہیے کہ اس کو اپنا دشمن سمجھیں اور اس کی مخالفت سے ہوشیار رہیں تاکہ اللہ کو راضی کر کے ہم جنت کو دوبارہ حاصل کر سکیں۔

حضرت آدم علیہ السلام و اولادِ آدم کا دنیا میں آنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی توبہ قبول کر لی۔

جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ۝

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو معاف کر دیا گیا۔ لیکن چوں کہ انسان کی تخلیق اسی لیے تھی کہ اسے زمین کی خلافت سونپی جائے گی اور زمین پر اسے آنا ہی تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنت سے اُتار کر دنیا میں بھیج دیا۔

(۲) ہر شخص اولادِ آدم سے دنیا میں آتا ہے اور مدت مقررہ تک رہتا ہے۔ اور کچھ نفع حاصل کرتا ہے۔ پھر مر جاتا ہے اور زمین کے اندر چلا جاتا ہے۔ پھر قیامت کا دن ہو گا تو اسی زمین سے نکل کھڑے ہوں گے اور حساب و کتاب کے لیے جمع ہوں گے۔ اسی کو فرمایا:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيهَا تَمُوتُونَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُونَ ○[1]

جس مٹی کا خمیر ہوتا ہے اسی میں دفن ہوتا ہے

(۱۵) دُفِنَ فِي الطِّينَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا [2]

ترجمہ: دفن کیا جاتا ہے اسی مٹی میں جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ قیامت کے دن شیخین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُٹھیں گے

عَنْ عَبْدِاللهِ ابْن عمرو قَالَ قَالَ رَسُوْل اللهِ ﷺ ينزل عِيسىٰ ابْن مَرْيَم علیہ السلام اِلَى الْاَرْض فيتبزوج ريولد له وَ يمكث خَمْسًا وَ اَرْبَعِيْنَ سَنَة ثُمَّ يَموت فَيدفن مَعِى قَبْرِى فاقوم اَنَا وَعِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فِي قَبْر وَاحِد بَيْنَ اَبِي بَكْر وَ عُمَر۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے۔ نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہو گی۔ وہ ۴۵ سال تک دنیا میں رہیں گے، پھر وفات پائیں گے اور میری قبر میں دفن کیے جائیں گے۔ (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر سے ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان اٹھیں گے۔

---

[1] تفسیر انوار البیان ج ۲ مولانا عاشق الٰہی مدنی رحمہ اللہ

[2] (صحیح) الاحادیث الصحیحہ ناصر البانی جلد ۴ حدیث ۱۸۵۸، رواہ ابو نعیم فی اخبار اصبہان جلد ۲ ص ۳۰۴

[3] رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء، مشکوٰۃ شریف ج ۳، باب نزول عیسیٰ، حدیث ۵۲۷۲

سبق نمبر 6

بتاریخ	بروز	بمقام
10 اگست 2002ء 30 جمادی الاولیٰ 1423ھ	ہفتہ	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

سورہ بقرہ

فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم

وَاِذْ قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
اور جب حکم دیا ہم نے	فرشتوں کو	سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو

فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ اِبْلِیْسَ
تو سب نے سجدہ کیا	سوائے ابلیس کے

اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ	وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ
اس نے انکار کیا اور تکبر کیا	اور ہو گیا کافروں میں

آدم علیہ السلام کا جنت میں جانا

وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُكَ	الْجَنَّةَ
اور کہا ہم نے اے آدم!	رہا کرو	تم	اور تمہاری بیوی	جنت میں

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا	حَیْثُ شِئْتُمَا
اور کھاؤ تم اس میں بے فکری کے ساتھ	جہاں سے چاہو

عبدالوحید الحنفی

وَلَا تَقْرَبَا	هٰذِهِ	الشَّجَرَةَ
اور قریب نہ جانا تم دونوں	اس	درخت کے

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ	فَاَزَلَّهُمَا	الشَّيْطٰنُ
ورنہ ہو جاؤ گے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے	پس ڈگمگا دیا دونوں کو	شیطان نے

عَنْهَا	فَاَخْرَجَهُمَا	مِمَّا	كَانَا فِيْهِ
اس سے	اور نکلوا دیا دونوں کو	جنت جس میں سے	کہ جہاں وہ رہتے تھے

وَقُلْنَا	اهْبِطُوْا	بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ
اور کہا ہم نے	نیچے اترو	بعضے تم میں سے بعضوں کے دشمن ہوں گے

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ
اور تمہارے لیے زمین میں	ٹھکانہ ہے	اور فائدہ ہے ایک وقت تک

فَتَلَقّٰى	اٰدَمُ	مِنْ رَّبِّهٖ	كَلِمٰتٍ
پھر سیکھ لیے	آدم نے	اپنے رب سے	چند کلمے

فَتَابَ عَلَيْهِ	اِنَّهٗ	هُوَ
توبہ قبول کی اللہ نے آدم کی	بے شک وہ	وہی ہے

التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ
توبہ قبول کرنے والا	رحم کرنے والا

آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم

قُلْنَا	اهْبِطُوْا	مِنْهَا	جَمِيْعًا
حکم دیا ہم نے	نیچے اترو	اس سے	سب کے سب

فَاِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ	هُدًى
پھر اگر	آئے تمہارے پاس میری طرف سے	ہدایت

فَمَنْ	تَبِعَ	هُدَاىَ
پھر جو کوئی	پیروی کرے گا	میری ہدایت کی

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
تو کوئی ڈر نہ ہو گا ان پر	اور نہ وہ غمگین ہوں گے

عبدالوحید الحنفی

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اور جن لوگوں نے نافرمانی کی	اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو

اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ
یہی لوگ ہیں	رہنے والے دوزخ کے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ
وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

(سورہ بقرہ پارہ اول آیات ۳۴تا۳۹)

حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت

وَاِذْ قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
اور جب کہا ہم نے	فرشتوں سے	سجدہ کرو آدم کو

فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى
تو سب نے سجدہ کیا	مگر ابلیس نے انکار کیا۔(١١٦)

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دشمن

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ	اِنَّ هٰذَا	عَدُوٌّ لَّكَ
تو ہم نے کہ دیا اے آدم!	یہ ابلیس	دشمن ہے تیرا

وَلِزَوْجِكَ	فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا	مِنَ الْجَنَّةِ
اور تیری بیوی کا	پھر نہ نکلوادے تم دونوں کو یہ	جنت سے

فَتَشْقٰى	اِنَّ لَكَ
پھر تو مصیبت میں پڑ جائے۔(١١٧)	بے شک تیرے لیے

اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا	وَلَا تَعْرٰى
یہ ہے کہ نہ بھوکا رہے تو اس میں	اور نہ ننگا رہے(١١٨)

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا	وَلَا تَضْحٰى
اور یہ کہ تو نہ پیاسا رہے اس میں	اور نہ دھوپ میں رہے(١١٩)

فَوَسۡوَسَ	اِلَيۡهِ الشَّيۡطٰنُ	قَالَ يٰۤاٰدَمُ
پھر بہکایا	اس کو شیطان نے	کہنے لگا اے آدم

هَلۡ اَدُلُّكَ	عَلٰى شَجَرَةِ الۡخُلۡدِ
کیا بتاؤں میں تجھ کو	درخت ہمیشہ رہنے کا

وَمُلۡكٍ لَّا يَبۡلٰى
اور ایسی سلطنت جو کبھی پرانی نہ ہو۔(۱۲۰)

فَاَكَلَا مِنۡهَا	فَبَدَتۡ لَهُمَا
پھر کھایا دونوں نے اس درخت میں سے	تو ظاہر ہو گئیں ان دونوں پر

سَوۡاٰتُهُمَا	وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا
شرم گاہیں دونوں کی	اور لگے چپکانے اپنے اوپر دونوں

مِنۡ وَّرَقِ الۡجَـنَّةِ	وَعَصٰۤى اٰدَمُ	رَبَّهٗ
پتے جنت کے	اور نافرمانی کی آدم نے	اپنے رب کی

فَغَوٰى	ثُمَّ اجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ
تو راہ بھول گیا(۱۲۱)	پھر برگزیدہ کیا اس کو اس کے رب نے

فَتَابَ عَلَيۡهِ	وَهَدٰى	قَالَ اهۡبِطَا
تو توجہ فرمائی اس پر	اور راہ پر لایا۔(۱۲۲)	اللہ نے فرمایا اترو

مِنۡهَا جَمِيۡعًا	بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ
یہاں سے سب کے سب	تم میں بعض واسطے بعض کے دشمن ہوں گے

فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ	مِّنِّىۡ هُدًى
پھر اگر آئے تمہارے پاس	میری طرف سے ہدایت

فَمَنِ اتَّبَعَ	هُدَاىَ	فَلَا يَضِلُّ
تو جو شخص اتباع کرے گا	میری ہدایت کا	تو وہ نہ بھٹکے گا

وَلَا يَشۡقٰى	وَمَنۡ اَعۡرَضَ
اور نہ مشقت میں پڑے گا(۱۲۳)	اور جس نے منہ پھیرا

عَنۡ ذِكۡرِىۡ	فَاِنَّ لَهٗ	مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا
میری نصیحت سے	تو اس کو ملے گی	گزران تنگی کی

وَّنَحۡشُرُهٗ	يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ	اَعۡمٰى
اور ہم اٹھائیں گے اس کو	قیامت کے دن	اندھا(۱۲۴)

قَالَ رَبِّ	لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى
اور کہے گا اے میرے پروردگار	کیوں اٹھایا تو نے مجھ کو اندھا

وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا	قَالَ كَذٰلِكَ
اور تحقیق تھا میں دنیا میں دیکھتا(۱۲۵)	فرمائے گا اللہ اس طرح

اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا	فَنَسِيْتَهَا
آئیں تیرے پاس ہماری آیتیں	تو بھلا دیا تو نے ان کو

وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى
اور اسی طرح تو بھی آج بھلا دیا جائے گا

(سورہ طٰہٰ آیات ۱۱۶ تا ۱۲۶، پارہ ۱۶)

شیطان کی پیروی نہ کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
اے لوگو! جو ایمان لائے ہو	مت پیروی کرو	قدموں شیطان کی

وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ	فَاِنَّهٗ
اور جو کوئی پیروی کرے گا شیطان کے قدموں کی	پس تحقیق وہ

يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ	وَالْمُنْكَرِ	وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
حکم کرتا ہے بے حیائی کا	اور برے کام کا	اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ	مَا زَكٰى	مِنْكُمْ
تم پر	اور رحمت اس کی	نہ پاک ہوتا	تم میں سے

مِّنْ اَحَدٍ	اَبَدًا	وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ	يُزَكِّيْ
کوئی ایک	کبھی	لیکن اللہ	پاک کرتا ہے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ	مَنْ يَّشَآءُ
اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے(۲۱)	جس کو چاہتا ہے

(سورہ نور سورۃ۲۱)

شیطان کے اتباع سے بچو

اس آیت میں اہلِ ایمان کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو۔

یعنی اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر نہ چلو۔ جو شخص شیطان کا اتباع کرے گا، یعنی اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا، شیطان اسے برباد کر دے گا۔ کیوں کہ وہ بے حیائی کے کاموں کا اور طرح طرح کی برائیوں کا حکم دیتا ہے۔

جس نے اس کی بات مانی، وہ گمراہی کے گڑھے میں گرا۔ پھر اگر توبہ نہ کی تو ہلاک ہوا۔

پھر فرمایا کہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی پاک نہ ہوتا۔ گناہ گاروں کو توبہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ ہر شخص کی اچھی بری بات کو سنتا ہے اور ہر ایک کے ہر عمل کو جانتا ہے۔[1]

☆☆☆☆

[1] تفسیر انوار البیان ج۳ مولانا عاشق الٰہی مدنی

سبق نمبر 7

بتاریخ	بروز	بمقام
11 اگست 2002ء 1 جمادی الثانیہ 1423ھ	اتوار	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

شیطان نے ہمارے والدین کو جنت سے نکلوایا

شیطان اور اس کی ذریت ہم کو دیکھتی ہے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ	كَمَآ اَخْرَجَ
اے اولادِ آدم	نہ بہکائے تم کو شیطان	جیسا کہ نکال دیا

اَبَوَيْكُمْ	مِّنَ الْجَنَّةِ	يَنْزِعُ عَنْهُمَا
تمہارے دادا، دادی کو	جنت سے	اتروائے ان دونوں سے

لِبَاسَهُمَا	لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا
کپڑے ان دونوں کے	تاکہ دکھائے ان کی شرم گاہیں۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ	وَقَبِيْلُهٗ	مِنْ حَيْثُ
بے شک دیکھتا ہے تم کو وہ	اور اس کی اولاد	اس طرح

لَا تَرَوْنَهُمْ	اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَآءَ
کہ نہیں دیکھتے ہو تم ان کو	یقیناً ہم نے بنادیا ہے شیطانوں کو	دوست

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
ان لوگوں کا کہ نہیں ایمان رکھتے۔(۲۷)

(پ۸،رکوع۱۰،سورہ اعراف، آیت۲۷)

وَاِمَّا	يَنْزَغَنَّكَ	مِنَ الشَّيْطٰنِ	نَزْغٌ
اور اگر	بھڑکا دے تجھ کو	شیطان کی	چھیڑ چھاڑ

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ	اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ
تو پناہ مانگ اللہ سے	بے شک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔(۲۰۰)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا	اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ
بے شک جو لوگ پرہیز گار ہیں	جب آ لگا ان کو وسوسہ

مِّنَ الشَّيْطٰنِ	تَذَكَّرُوْا	فَاِذَا هُمْ
شیطان کی طرف سے	چونک پڑے	پھر اسی وقت وہ

مُّبْصِرُوْنَ	وَاِخْوَانُهُمْ	يَمُدُّوْنَهُمْ
دیکھنے لگتے ہیں (۲۰۱)	اور جو شیطان کے بھائی ہیں	وہ ان کو کھینچتے ہیں

فِي الْغَيِّ	ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ
گمراہی میں	پھر وہ کمی نہیں کرتے۔(۲۰۲)

(سورہ اعراف پ۸، آیات ۲۰۰ تا ۲۰۲)

عبدالوحید الحنفی

شیطان کس پر اترتے ہیں

هَلْ	اُنَبِّئُكُمْ	عَلٰى مَنْ	تَنَزَّلُ
کیا	بتلاؤں میں تم کو	کہ کس پر	اترتے ہیں شیطان (۲۲۱)

تَنَزَّلُ	عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ	اَثِيْمٍ
اترتے ہیں	ہر جھوٹ باندھنے والے	گنہگار پر (۲۲۲)

يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ	وَاَكْثَرُهُمْ	كٰذِبُوْنَ
ڈالتے ہیں سُنی سنائی باتیں	اور اکثر ان کے	جھوٹے ہیں (۲۲۳)

(سورہ شعراء، پ۱۹ رکوع ۱۵، آیت ۲۲۱ تا ۲۲۳)

حِزْبُ الشَّيْطٰنِ

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ	الشَّيْطٰنُ	فَاَنْسٰهُمْ	ذِكْرَ اللّٰهِ
غالب آگیا اُن پر	شیطان	پھر بھلا دی ان کو	یاد اللہ کی

اُولٰٓئِكَ	حِزْبُ الشَّيْطٰنِ	اَلَآ اِنَّ حِزْبَ
یہی لوگ	گروہ ہیں شیطان کے	آگاہ رہو بے شک گروہ

الشَّيْطٰنِ	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ	اِنَّ الَّذِيْنَ
شیطان کے	وہی ہیں نقصان پانے والے (۱۹)	بے شک جو لوگ

يُحَآدُّوْنَ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	اُولٰٓئِكَ
مخالفت کرتے ہیں	اللہ کی اور اس کے رسول کی	یہی لوگ ہیں

فِي الْاَذَلِّيْنَ	كَتَبَ اللّٰهُ	لَاَغْلِبَنَّ اَنَا
ذِلّت والوں میں (۲۰)	لکھ چکا ہے اللہ	کہ ضرور غالب آؤں گا میں

وَرُسُلِيْ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	قَوِيٌّ	عَزِيْزٌ
اور رسول میرے	بے شک اللہ	غالب ہے	عزت والا (۲۱)

(سورہ مجادلہ، پ۲۸، آیات ۱۹ تا ۲۱)

حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام کو جنت میں اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک جو چاہیں کھائیں بجز ایک معین درخت کے پھل کے کھانے کے۔ کیوں کہ بہشت زندگی اور استعداد کے مناسب یہ پھل نہ تھا۔ اس لیے فرمادیا کہ اس کے پاس نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کا ترجمہ اگر یوں کیا جائے تو زیادہ موزوں ہے "پھر ہو جاؤ گے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے"

ظُلم کے معنیٰ نقصان اور کمی کے بھی آتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ کہف میں آیا ہے:

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا[1]

ترجمہ: باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھل میں ذرا کمی نہ رہتی تھی۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام و حوا شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ اللہ کا نام

[1] سورہ کہف آیت ۳۳

لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ لَقَدۡ عَهِدۡنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِیَ وَ لَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا۱۱۵ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم علیہ السلام کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت (پختگی)

شاید آدم علیہ السلام نے اکل شجر کی ممانعت کو نہی مشفقت سمجھا، شیطان نے حدول حکمی کرا کر لباس بہشتی ان پر سے اتروادیا۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام کو جنت سے علیحدہ کرنے کا سبب شیطان ہوا۔ اس لیے اولاد آدم علیہ السلام کو سمجھایا گیا ہے کہ اب تم اس کے فریب میں مت آؤ۔ اور اُس کی مکاریوں سے ہوشیار رہو۔ اور اللہ کے احکام پر عمل کرنا بھول نہ جاؤ۔ ورنہ نقصان پانے والوں سے ہو جاؤ گے۔

☆☆☆☆

سبق نمبر 8

بتاریخ	بروز	بمقام
12اگست2002ء2جمادی الثانیہ1423ھ	پیر	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

ربط مضامین

تعوذ کے بارے میں بیان کیا گیا تھا کہ قرآن پاک کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کی تھوڑی سی حکمت بھی عرض کی تھی مفسرین علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تفسیر ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں کہ تعوذ میں اعتصام باللہ پایا جاتا ہے۔ جب کوئی اعوذ باللہ پڑھتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ چنگل مارتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے تمام فتنوں اور خاص طور پر شیطان کے فتنہ سے اپنی پناہ میں لے لے۔

بِسۡمِ اللّٰه کا بیان

اب آج بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے متعلق مختصر بیان کروں گا۔

خادم اہلسنت عبدالواحد

بسم اللہ سے ابتداء

قرآن مجید میں سورہ نمل کی آیت ۳۰ میں ہے

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

چناں چہ تمام محدثین اور فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ایک آیت ہے۔ اور یہ جزو قرآن ہے۔

چناں چہ جب قرآن مجید بالجہر پڑھا جاتا ہے تو صرف سورہ نمل میں آیت نمبر ۳۰ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی تلاوت بالجہر کی جاتی ہے۔ باقی پورے قرآن مجید میں تلاوت کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ پڑھی جاتی ہے۔ صرف ایک مرتبہ جہر سے پڑھنا چاہیے۔

(۲) ہر دو سورتوں کے درمیان جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا جاتا ہے یہ محض سورتوں کے درمیان امتیاز کرنے کے لیے ہے۔ ورنہ ابتدائے سورۃ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کسی سورۃ کا جزو نہیں ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ہے۔ جیسا کہ احکام القرآن ج ۱، ص ۹ پر امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

(۳) چوں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن پاک کا جزو ہے۔ اور یہ مستقل ایک آیت ہے۔

اس لیے اس کے بھی وہی احکام ہیں جو قرآن پاک کے ہیں کوئی جنبی آدمی یا حیض و نفاس والی عورت قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ (سورہ الواقعہ)

اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔

حدیث: حضور ﷺ کا فرمان ہے:

لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ اِلَّا وَطَاھِر۔[1]

یعنی طہارت کے بغیر قرآن پاک کو ہاتھ مت لگاؤ۔

(۴) چناں چہ قرآن پاک کی کوئی آیت خواہ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی ہو اگر کسی علیحدہ کاغذ پر بھی لکھی ہوئی ہو تو شرعی ناپاکی کی حالت میں اسے ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا۔

(۵) اسی طرح قرآن پاک کا کوئی حصہ بشمول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جنبی آدمی یا حیض و نفاس والی عورت کے لیے پڑھنا بھی جائز نہیں۔

البتہ ایک بات ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم چوں کہ ذکر بھی ہے۔ اس لیے ناپاک آدمی بطور ذکر اس کو پڑھ سکتا ہے۔ کیوں کہ ذکر ہر حالت میں روا ہے۔

---

[1] دار قطنی ج۱، ص ۱۲۲۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر ج۶ بحوالہ ابو حاتم دار قطنی۔ مسند عبد الرزاق۔ طیاسی

چناں چہ ناپاک مرد یا عورت کلمہ شریف، استغفار، درود شریف، سُبۡحَانَ اللهِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور بِسۡمِ اللهِ پڑھ سکتا ہے۔ البتہ ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

نماز میں بسم اللہ

نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ پڑھنا ضروری ہے۔

کیوں کہ فاتحہ قرآن کا حصہ ہے اور جس کے متعلق قطعی حکم ہے۔

فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ[1]

جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

اور اس کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔

نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا

چناں چہ امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں آہستہ پڑھے گا۔ اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے۔ مسلم شریف میں حدیث ہے:

---

[1] سورہ النحل، آیت ۹۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں نے حضور ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، مگر کسی نے بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھی۔ اونچی آواز میں قرأت الحمدللہ سے شروع کرتے تھے۔(مسلم شریف،ج۱،ص۱۷۳)

تاہم بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے۔ اس کے بعد جب فاتحہ پڑھ کر دوسری سورت ملانے لگے تو دونوں سورتوں کے درمیان بھی بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔اور پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا۔البتہ اگر دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ نہ بھی پڑھی جائے تو نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ احناف اِسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔[1]

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] درسِ قرآن، تفسیر سورہ فاتحہ، مولانا عبدالحمید سواتی ص ۴۸

سبق نمبر9

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	منگل	13اگست2002ء3جمادی الثانیہ1423ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور رحم کرنے والا ہے

حدیث: حضور ﷺ پر سب سے پہلی آیات سورہ اقراء کی جو نازل ہوئیں، ان کی ابتداء بھی اِسی حکم کے ساتھ ہوئی

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ○

اس پروردگار کا نام لے کر پڑھیے جس نے پیدا کیا۔

مفسر قرآن امام ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

اَوَّلَ مَا نَزَلَ جِبۡرِیۡلُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِسۡتَعِذۡ ثُمَّ قَالَ قُلۡ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ [1]

یعنی پہلی آیات کے نزول سے متصلاً اسی دن جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا، اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کریں یعنی اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ پڑھیں اور پھر بِسۡمِ اللّٰہِ

---

[1] تفسیر ابنِ جریر طبری ج۱، ص ۵۰

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

الرَّحمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اس کے ساتھ ہی سکھا دیا گیا۔

پھر آپ کو سورہ فاتحہ کی تعلیم دی گئی۔ اور وضو کا طریقہ بتلایا اور پھر آپ کو نماز کے لیے کھڑا ہونے کا حکم ہوا۔[1]

مسئلہ: شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ قرأت کے علاوہ باقی عبادات شروع کرتے وقت صرف بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔ جب کہ قرآن سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بعد بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

حکمت: جب کوئی شخص کسی کار خیر کو شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے پروردگار اللہ جل جلالہ پر ایمان رکھتا ہوں اور اسی کے بھروسے پر یہ کام شروع کرتا ہوں۔[2]

بسم اللہ سے ابتداء

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

كُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَاۡ بِبِسۡمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقۡطَعُ۔[3]

ہر اچھا، جائز اور شان والا کام اگر بسم اللہ سے شروع نہیں کیا جائے گا تو وہ کام دُم کٹے جانور کی طرح ہو گا، یعنی بے برکت ہو گا۔

---

1 بحوالہ تفسیر سورہ فاتحہ علامہ سواتی۔ تفسیر ابن جریر طبری۔

2 تفسیر سورہ فاتحہ مولانا عبدالحمید سواتی ص ۴۴۔

3 فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ۵، ص ۱۳۔

حدیث: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جس خطبے کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ یعنی اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ فَهُوَ اَجْزَمُ۔ وہ جذامی آدمی کی طرح ہوتا ہے، جس کی انگلیاں وغیرہ گل چکی ہوں۔

لہٰذا ہر جائز کام کی ابتداء میں بطور تعظیم اللہ کا نام لینا ضروری ہے۔[1]

بسم اللہ بوقت ذبح فرض ہے

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنی شعارِ امت ہے یعنی اللہ کا نام لینا فرض ہے۔ اگر اس موقع پر اللہ کا نام نہیں لے گا تو ذبیحہ حلال نہ ہو گا۔ یعنی بِسْمِ اللهِ اللهُ اَكْبَرُ نہیں کہے گا تو شعار کے خلاف ہو گا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا حکم بھی موجود ہے۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ (سورہ الحج آیت ۳۶)

اونٹوں کی قطاروں کو اللہ کا نام لے کر نحر (یعنی ذبح) کرو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا حکم بھی موجود ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ (سورہ انعام آیت ۱۲۱)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کو مت کھاؤ، وہ مردار کی مانند ہے۔

مسئلہ: البتہ اگر کوئی شخص بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا بھول جائے تو اس کے لیے ایک ارشاد نبوی میں ہی معافی کا فرمان ہے کہ:

---

[1] تفسیر سورہ فاتحہ از مولانا عبد الحمید سواتی ص ۴۶۔

اللہ کا نام ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے البتہ قصداً ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا تو ذبیحہ حرام ہو گا کہ یہ ملت ابراہیمیہ کے اصولوں کے خلاف ہے۔(تفسیر سورہ فاتحہ مولانا عبدالحمید سواتی ص ۴۸)

حدیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

جب گھر سے نکلو تو کہو

بِسۡمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ

میں اللہ کا نام لے کر اللہ ہی کے بھروسہ پر چلا ہوں۔[1]

حدیث: آپ ﷺ نے گھر میں داخل ہونے کی دعا اس طرح سکھائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ خَيۡرَ الۡمَوۡلَجِ وَ خَيۡرَ الۡمَخۡرَجِ بِسۡمِ اللهِ وَ لَجۡنَا وَ بِسۡمِ اللهِ خَرَجۡنَا وَ عَلَى اللهِ رَبِّنَا تَوَكَّلۡنَا

(ابوداؤد شریف)

اے اللہ میں گھر میں خیریت سے داخل ہونے اور خیریت سے نکلنے کا سوال کرتا ہوں۔ ہم اللہ کے نام کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہیں اور اپنے پروردگار پر ہمارا بھروسہ ہے۔

☆☆☆☆

---

[1] ترمذی شریف ص ۴۹۴، حدیث ۸۶۔ عمل الیوم واللیہ النسائی ص ۷۱۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سبق نمبر 10

بتاریخ	بروز	بمقام
14 اگست 2002ء 4 جمادی الثانیہ 1423ھ	بدھ	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

حدیث: (۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو بندہ ہر صبح و شام تین مرتبہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے تو اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اسے کوئی ناگہانی نہ پہنچے گی۔

کلمات یہ ہیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسۡمِهٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ط

اللہ کے نام سے ہم نے صبح کی (شام کی) جس کے نام کے ساتھ آسمان یا زمین میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

جب کسی چیز پر سوار ہو تو پڑھے

بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا وَ مُرۡسٰهَا اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ط

اللہ کے نام سے ہے چلنا اس کا اور ٹھہرنا اس کا، بے شک رب میرا البتہ

بخشنے والا ترس کرنے والا ہے۔

جب کھانا شروع کرے تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ (مستدرک حاکم)

میں نے اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت سے کھانا شروع کیا۔

ابتداء میں بھول جائے تو پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ (ترمذی شریف)

میں نے اس کے اوّل اور آخر میں اللہ کا نام لیا۔

حدیث: جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان کو اس میں ساتھ کھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

"ب" اور اسم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں اسم کے ساتھ جو "ب" لگی ہوئی ہے، اس کے بہت سے معنٰی آتے ہیں۔

اس کا مشہور معنٰی تو مصاحبت یا رفاقت ہے۔ مگر یہ تبرک اور استعانت کے لیے بھی آتی ہے۔ تاہم یہاں پر تینوں معنٰی مراد ہیں۔ اسی طرح بسم اللہ کا معنٰی یہ ہو گا کہ میں یہ کام اللہ تعالٰی کے نام کی رفاقت سے اور اس کے نام کی برکت سے اور اس کی استعانت یعنی مدد سے شروع کرتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں لفظ اللہ اسم ہے اور رحمان اور

رحیم صفات ہیں۔ اسم اللہ کی ذات کو ظاہر کرتا ہے۔

جب کہ اُس کی ہر صفت اُس کی کسی نہ کسی تجلی کو ظاہر کرتی ہے۔

تین چیزوں کی ضرورت

انسان کوئی بھی کام کرنا چاہے تو اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) اسباب فراہم کرنا (۲) انتہا تک پہنچانا (۳) ثمرات مرتب کرنا۔

جہاں تک اسباب فراہم کرنے کا تعلق ہے اس پر اسم اللہ کا تصرف ہوتا ہے۔ چوں کہ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے) لہٰذا اسی نام پاک اللہ کے ذریعے سے کسی کام کے اسباب مہیا ہوتے ہیں۔

(۲) ان اسباب کو انتہا تک قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ کام ادھورا رہ جائے گا۔ چناں چہ ان اسباب کو انتہا تک قائم رکھنے میں صفت رحمان کار فرما ہوتی ہے کہ وہ بڑا مہربان ہے۔

(۳) پھر جب کام مکمل ہو جاتا ہے تو اس کے ثمرات مرتب کرنے میں صفت رحیم (ترس کھانا) اپنا تقاضا پورا کرتی ہے۔

لہٰذا جب کوئی شخص کوئی کام کرنے لگتا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ان تینوں اسمائے پاک

رکھنے والی ذات کے وسیلے سے کام تکمیل چاہتا ہے۔

بسم اللہ میں یہ تینوں صفات پائی جاتی ہیں۔

اللہ ذاتی نام ہے اور رحمان اور رحیم اس کی صفات ہیں۔ ہر کام کی تکمیل کے لیے ان تینوں اسمائے پاک ذات کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں تینوں نام آ گئے ہیں۔

حدیث: مسند احمد کی روایت میں آتا ہے (مسند احمد ج۵، ص۵۹)

اِذَا قُلْتَ بِسْمِ اللّٰہِ تَصَاغَرَ

جب تم بسم اللہ کہو گے تو شیطان ذلیل و خوار ہو گا۔

صغیر کا معنٰی چھوٹا ہوتا ہے۔ فرمایا بسم اللہ کہنے سے شیطان مکھی کے برابر چھوٹا سا بن جاتا ہے۔

اوّل و آخر قرآن

قرآن پاک کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ''ب'' سے ہوتی ہے اور انتہا وَالنَّاس کی ''س'' پر ہوتی ہے۔

اس کے متعلق غزنی کے مشہور شاعر ثنائی جو کہ اولیاء اللہ میں سے تھے فرماتے ہیں۔

اوّل و آخر قرآں زیں چہ با و سین
یعنی اندر راہِ دیں رہبر تو قرآن بس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

بسم اللہ کی فضیلت

(۱) عَنۡ طَاؤس عَنۡ اِبنِ عَبَاس رضی اللہ عنہ اَنَّ عُثمَانِ بۡنِ عَفَّان رضی اللہ عنہ سُئَلَ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم عَنۡ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قَالَ فَقَالَ هُوَ اِسۡمٌ مِنۡ اَسۡمَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ مَا بَیۡنَهٗ وَ بَیۡنَ اِسۡمِ اللّٰهِ الۡاَعۡظَمۡ اِلَّا کَمَا بَیۡنَ سَوَاد الۡعَیۡنِ وَ بِیَا مِنۡهَا مِنَ الۡقُرۡبِ۔[1]

طاؤس ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے بسم اللہ بھی ایک اسم ہے۔ اور اس اسم میں اور اللہ کے اسم اعظم میں اتنا قرب ہے جتنا قرب آنکھ کی سیاہی اور سفیدی میں ہے۔

(۲) عَنۡ اَنَسِ بۡنَ مَالِك رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَن رَفَعَ قِرۡطَاسَا مِنَ الۡاَرۡضِ فِیۡهِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لِاِجۡلَالِ اِسۡمِ اللّٰهِ اَنۡ یُدَاسَ کُتِبَ عِنۡدَهٗ مِنَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ خُفِّفَ عَنۡ وَ الدَیۡهِ وَ اِنۡ کَانَا مُشۡرِکِیۡنَ

---

[1] غنیۃ الطالبین ج۱، ص ۲۶۴۔

يَعۡنِی الۡعَذَابِ۔

وَ قِيۡلَ لَمۡ يَرُنَّ ابۡلِيۡسَ اللَّعِيۡنَ مِثۡلُ ثَلَاثِ رَنَاتٍ قُطُّ وَنَةٌ حِيۡنَ لَعَنَ وَ اِخۡرجُ مِن مَّلَكُوۡت اسَّمآءِ وَنَةٌ حِيۡنَ وَلَدَ النَّبِیَّ ﷺ وَنَةٌ حِيۡنَ اَنۡزِلَتۡ فَاتِحَه الۡكِتَاب لِكُوۡنَ بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ فِيۡهَا (غنیۃ الطالبین ج۱، ص ۲۶۴)

انس رضی اللہ عنہ بن مالک رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی زمین سے اس کاغذ کو جس پر بسم اللہ لکھی ہوئی ہے، اللہ کے اسم کے احترام وعظمت کی خاطر اٹھالے تاکہ یہ پیروں کے نیچے نہ آئے تو وہ اللہ کے پاس صدیقین میں لکھ دیا جائے گا۔ اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی۔ خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ تین جگر سوز نالوں کی طرح ابلیس نے کبھی کوئی اور جانکاہ نالہ نہیں کیا ایک نالہ اس وقت جب اس پر لعنت کی گئی اور آسمانوں سے نکالا گیا اور ایک نالہ نبی ﷺ کی پیدائش کے وقت کیا اور ایک نالہ نزول فاتحہ کے وقت کیا کیوں کہ اس کے ساتھ بسم اللہ ہے۔

غنیۃ الطالبین ج۱، ص ۲۶۴ پر شیخ حضرت عبدالقادر جیلانی روایت کرتے ہیں:

(۳) عَنۡ سَالم بۡنِ اَبِی الجعد ان علی رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَا اُنۡزِلَتۡ بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم قَالَ رَسُوۡل

اللہ ﷺ اَوَّلَ مَا اَنْزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَة عَلٰى آدم فقال امن ذُرِّيَتِیْ مِنَ الْعَذَاب مَا دَامَ موا عَلٰى قَرَاءِتِهَا ثُمَّ رَفعت فَانْزِلَتْ عَلٰى اِبْرَاهِيْم الْخَلِيْل فتَلَاهَا وَ هُوَ فِیْ كَفّة الْمِنْجنِيْق فَجَعَلَ اللهُ عَلَيْه النَّار بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ ثُمّ رَفعت بَعْدَهٗ فَمَا اَنْزِلَتَ الاَعْلٰى سُلَيْمَانَ وَ عِنْدَ هَا قَالَتْ الْمَلٰئِكَةُ الْاٰن تم وَ اللهِ ملك ثُمَّ رَفَعت فَانْزَلَهَا الله عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ فَاتِیَ اُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَهْ وَ هُمْ يَقُوْلُوْنَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَاذَا وَضَعَتْ اَعمَالهمْ فِی الْمِيْزَاَن رَجَعتْ حَسَنَتهُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ اكتبُوْهَا لتبكُمْ فَاِذَا اكتبُوْهَا فتكَلَّمُوْا بِهَا۔

سالم بن ابی الجعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بسم اللہ اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سب سے پہلے یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام پر اتری تو آپ نے فرمایا: میری اولاد عذاب سے مامون رہے گی۔ جب تک وہ اسے پڑھتی رہے گی۔

پھر بسم اللہ اٹھالی گئی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ پر اتری، آپ علیہ السلام نے اسے اس وقت پڑھا جب آپ کو منجنیق میں آگ میں پھینکے جانے کے لیے بٹھا دیے گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس کی برکت سے آپ پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دی۔

پھر آپ کے بعد اٹھالی گئی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر اتری اس وقت فرشتوں نے کہا: اب آپ کا ملک تکمیل کے مراحل تک پہنچ جائے گا پھر اٹھالی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتاری پھر میری امت قیامت کے دن بسم اللہ پڑھتی ہوئی آئے گی۔ پھر جب اس کے اعمال میزان میں رکھے جائیں گے تو اس کی نیکیاں جھک جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی کتابوں میں بسم اللہ لکھ لو اور جب بسم اللہ دیکھو تو اس کو پڑھ لیا کرو۔

(۴) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

بَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَنْزَلَتْ عَلَیْهِ فِیْ سُوْرَةُ اَلْحَمْدِ بِمَكَّةَ قَاصِرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فكتبت تِلْكَ عَلٰی رُؤسِ اَسْوِرِ وَ صَدُوْرِ الرَّسَائِلِ وَ كَانَ نَزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتْحًا عَظِیْمًا و حَلَفَ رَبُّ الْعِزَّتِ بِعِزَّتِهِ اَنْ لَّا يُسْمِى مُؤْمِنٌ مَوْقِنٌ عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا بَارَكْتَ لَهٗ فِیْهِ وَ لَا يَقْرَءُ هَا مُؤْمِنَ اِلَّا قَالَتِ الْجَنَّةِ لَهٗ لَبَّیْكَ وَ سَعْدَیْكَ اَللّٰهُمَ اَدْخِلُ عَبْدِكَ هَذَا فِیْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم فَاذَا دَعَتِ الْجَنَّةُ لِعَبْدِ فَقَدْ اسْتَوْجَبَ لَهٗ دَخُولَهَا۔

حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ پر سورہ فاتحہ کے

آغاز میں مکہ میں یہ آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) اتاری۔ پھر نبی ﷺ کے حکم سے یہ آیت ہر سورت کے شروع میں لکھی گئی۔ اور خطوطِ و دفاتر کے شروع میں بھی لکھی جانے لگی۔ لہٰذا آپ پر اس آیت کا اترنا فتح عظیم کی بشارت ہے۔ اور رب العالمین نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو مومن یقین سے کسی چیز پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لے گا میں اس میں ضرور برکت دوں گا۔ جب اسے مومن پڑھتا ہے تو جنت اس سے کہتی ہے اے بندہ مومن لبیک و سعدیک۔ اے اللہ بسم اللہ کی برکت سے اپنے اس بندے کو جنت میں داخل فرما اور جب جنت کسی بندہ کے لیے دعا مانگتی ہے تو اس کے لیے جنت میں جانا واجب ہو جاتا ہے۔

(۵) وَقَدْ قَالَ ﷺ لَا یُرَدُّ دُعَاءٌ اَوَّلُہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دعا ردّ نہیں کی جاتی جس کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لی گئی ہو۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۲۶۴، ج ۱)

☆☆☆☆

سبق نمبر 11

بتاریخ	بروز	بمقام
15 اگست 2002ء 5 جمادی الثانیہ 1423ھ	جمعرات بعد ظہر	جامع مسجد ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

فضائل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

بسم اللہ

یہ کلمہ تین لفظوں سے مرکب ہے۔

(۱) حرف باء (۲) اسم (۳) اللہ

حرف باء عربی زبان میں بہت سے معانی کے لیے استعمال ہوتی ہے حرف باء کا اسم سے پہلے آنا عربی زبان کے لحاظ سے ضروری وناگزیر ہے۔ اس میں بھی مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ حرف باء رسم الخط کے قاعدے سے ہمزہ کے ساتھ ملا کر لکھنا چاہیے تھا اور لفظ اسم الگ۔ جس کی صورت ہوئی باسم اللہ، لیکن مصحف عثمانی کے رسم الخط میں حرف ہمزہ کو حذف کر کے حرف باء کو سین کے ساتھ ملا کر صورۃً اسم کا جز بنا دیا تاکہ شروع اسم اللہ سے ہو جائے۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

بسم اللہ کی خصوصیات

یہی وجہ ہے کہ دوسرے مواقع میں یہ حرف ہمزہ حذف نہیں کیا جاتا جیسے اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ میں "ب" کو "الف" کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ یہ صرف بسم اللہ کی خصوصیت ہے کہ حرف "باء" کو "سین" کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

لفظ رحمٰن

لفظ رحمان اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی رحمت سے کوئی چیز خالی نہ رہے۔ سب کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے کا تصوّر کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح لفظ اللہ کا جمع اور تثنیہ نہیں آتا۔

لفظ رحمٰن کا بھی جمع و تثنیہ نہیں آتا۔ کیوں کہ وہ ایک ہی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے اور تیسرے کے ہونے کا احتمال ہی نہیں۔ (تفسیر قرطبی)

مسئلہ: اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کل عبد الرحمٰن، فضل الرحمٰن وغیرہ ناموں میں تخفیف کر کے رحمٰن کہتے ہیں اور اس شخص کو

اس لفظ سے خطاب کرتے ہیں یہ ناجائز و گناہ ہے۔[1]

لفظ رحیم

لفظ رحیم (ترس کھانے والا) یہ لفظ انسان کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی یہ لفظ استعمال فرمایا۔(بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝)

حکمت: بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ کمال میں سے صرف دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں۔ اور وہ دونوں لفظ رحمت سے مشتق ہیں۔ اور وسعتِ رحمت اور کمالِ رحمت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ تخلیقِ عالم اور آسمان و زمین اور تمام کائنات کے پیدا کرنے اور ان کو پالنے وغیرہ کا منشاء اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت ہے۔ نہ اس کو ان چیزوں کی خود کوئی ضرورت تھی نہ کوئی دوسرا ان چیزوں کو پیدا کرنے پر مجبور کرنے والا تھا، صرف اسی کی رحمت کے تقاضے سے یہ ساری چیزیں اور ان کی پرورش کے سارے انتظامات وجود میں آئے ہیں۔ (تفسیر معارف القرآن ج۱)

☆☆☆☆

---

[1] تفسیر معارف القرآن ج۱، ص۱۹

سبق نمبر12

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	ہفتہ	17 اگست 2002ء 7 جمادی الثانیہ 1423ھ

سورہ الفاتحہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱﴾

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

کلمہ حمد

یہاں لفظ الحمد جنس کے درجے میں مطلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ازل سے ابد تک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

حمد کا معنیٰ

حمد کا معنیٰ تعریف اور شکر ہے۔

امام ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اسے شکر پر بھی محمول کرتے ہیں۔ گویا حمد شکر کا معنیٰ بھی دیتا ہے۔ لہٰذا یہ شکر کا کلمہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت پسندیدہ کلمہ ہے، کیوں کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکریہ بھی ادا ہوتا ہے۔

(۲) الحمد دعا کا کلمہ بھی ہے۔

جب ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں انسان کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ اسے دعا کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی اور اس کا مقصد خود بخود پورا ہو جاتا ہے۔

حدیث: چناں چہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

(یعنی) سب سے افضل ذکر کلمہ لَآ اِلٰہ الا اللہ ہے (کہ اس میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر ہے) اور تمام دعاؤں میں افضل الحمد للہ ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

(۲) مسند احمد کی روایت میں آتا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يُحِبُّ الْحَمْدَ

تیرا رب حمد و شکر کو پسند کرتا ہے۔ (مسند احمد، ج۳، ص۴۳۵)

(۳) حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جب کوئی بندہ کوئی چیز کھاتا ہے یا پیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد (تعریف) بیان کرتا ہے اور کہتا ہے الحمد للہ تو اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے اور میرا شکر ادا کیا ہے۔

(۴) مسند احمد میں صحیح حدیث کے اندر یہ فرمان بھی حضور ﷺ کا موجود ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ تَمۡلَاُ الۡمِیۡزَان

یعنی کلمہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ سے اللہ کا میزان پُر ہو جاتا ہے۔[1]

(۵) نیز یہ بھی فرمایا کہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ملا کر پڑھنے سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا پُر ہو جاتی ہے۔(مسند احمد ج۵)

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

[1] مسند احمد ج۵، ص ۳۴۲۔

سبق نمبر13

بتاریخ	بروز	بمقام
18اگست2002ء8جمادی الثانیہ1423ھ	اتوار	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

الحمدللہ رَبِّ العٰلمین

(٦) حدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰہ ۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے کہ ۱۰۰ غلام عرب آزاد کیے۔

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے ۱۰۰ گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لیے دے دیے۔

اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے کہ گویا تم نے سو(۱۰۰) اونٹ قربانی میں ذبح کیے اور وہ قبول ہو گئے۔

اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب تو تمام آسمان و زمین کو بھر دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں۔[1]

(۷) حدیث: ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

[1] مسند احمد۔ نسائی

جو شخص سُبْحَانَ اللہ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ، اَللہُ اَکْبَر پڑھے۔ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ (طبرانی فی الکبیر۔ مجمع الزوائد)

(۸) حدیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے جو لوگ اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سُبْحَانَ اللہ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، اَللہُ اَکْبَر، لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ پڑھتے ہیں۔ تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لیے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ ہوتی) ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔ (رواہ مسند احمد، الحاکم)

(۹) حدیث: اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ صبح کی نماز کے وقت اُن کے پاس سے نماز کے لیے تشریف لے گئے واپس آئے تو یہ اپنے مصلّے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول) تھیں حضور ﷺ چاشت کی نماز کے لیے تشریف لے گئے (دوپہر کے قریب تشریف لائے) تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

حضور ﷺ نے دریافت کیا تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا۔ عرض کیا جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے بعد) چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللہِ وَ بِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَ رِضَا نَفْسِہٖ وَ زِنَۃَ

عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اس کی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق۔[1]

حدیث: ابو داؤد اور ترمذی میں ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی رضی اللہ عنہا عورت کے پاس تشریف لے گئے اس کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو۔

سبحان اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَ سُبْحَانَ اللّٰہ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ الْخَالِقُ۔

اللہ کی تعریف کرتا ہوں بقدر اس کی مخلوق کے جو آسمانوں میں پیدا کی گئی۔ اللہ کی تعریف کرتا ہوں بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا ہوئی۔ اللہ کی تعریف کرتا ہوں بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے

[1] مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف

درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں بقدر اس کے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے۔(ابوداؤد۔ترمذی)

فائدہ: علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور وفکر زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا۔اس لیے قرآن پاک کو جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے زیادہ افضل ہے جو بلا تدبر کے ہو۔

(۲) بعض علماء نے کہا ہے کہ فضیلت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جل جلالہٗ کی حمد وثناء کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال عبدیت کا۔

(۳) بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں۔بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں جتنا ممکن ہو بے شمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔

(۴) ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔جب اس کی اصل ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہو گئی۔ دھاگہ میں پرو دینے اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اسی وجہ سے مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس اسی طرح گٹھلیاں اور کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔[1]

قرآن مجید میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے۔

(ا) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا	سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ
پکارنا ان کا ہے جنت میں	پاک ذات تیری اے اللہ

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ	وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ
اور ان کی دعائے ملاقات اس میں سلام ہے	اور آخر پکارنا ان کا

اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
یہ ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے جو پروردگار ہے عالموں کا۔

(سورہ یونس رکوع ۱، آیت ۱۰)

(۲) سُبْحٰنَ رَبِّكَ	رَبِّ الْعِزَّةِ	عَمَّا يَصِفُوْنَ
پاک تیرا رب	رب عزت والا	اس چیز سے کہ بیان کرتے ہیں

---

1 فضائل ذکر حضرت زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
اور سلام ہو پیغمبروں پر

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
اور سب تعریفیں اللہ کے لیے جو پرورش کرنے والا ہے تمام جہانوں کا

(سورہ صافات رکوع ۵، آیت ۱۸۰ تا ۱۸۲)

(۳) وَ قَالُوا	الْحَمْدُ لِلّٰهِ	الَّذِیْ صَدَقَنَا
اور کہیں گے	سب تعریفیں اللہ کے لیے	جس نے سچا کیا ہم سے

وَعْدَهٗ	وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ
وعدہ اپنا۔	اور وارث کیا ہم کو زمین بہشت کا کہ مقام کریں ہم جنت میں

حَيْثُ نَشَآءُ	فَنِعْمَ	اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ
جہاں ہم چاہیں۔	پس بہت اچھا ہے	بدلہ	عمل کرنے والوں کا۔

(سورہ زمر، آیت ۷۴)

(۴) وَ تَرَى	الْمَلٰٓئِكَةَ	حَآفِّيْنَ
اور تو دیکھے گا	فرشتوں کو	کہ گھیرے ہوں گے

مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ	يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ
گرداگرد عرش کے	اور پاکی بیان کرتے ہوں گے	ساتھ تعریف

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

رَبِّهِمْ	وَقُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْحَقِّ
رب اپنے کی۔	اور فیصلہ کیا جائے گا	ان میں	ساتھ حق کے۔

وَقِيْلَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ
اور کہا جائے گا کہ	سب تعریفیں	واسطے اللہ کے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔

(سورہ زمر، رکوع ۸، آیت ۷۵)

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (سورہ المومن پ ۲۴، آیت ۶۴ تا ۶۵)

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ	لَكُمُ الْاَرْضَ	قَرَارًا
اللہ وہ ہے جس نے بنایا	تمہارے لیے زمین کو	ٹھہرنے کی جگہ

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً	وَّصَوَّرَكُمْ
اور آسمانوں کو چھت	اور صورت بنائی تمہاری

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ	وَرَزَقَكُمْ
تو اچھی بنائیں صورتیں تمہاری	اور روزی دی تم کو

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ	فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ
پاکیزہ چیزوں سے	یہ ہے اللہ رب تمہارا	پس بہت برکت والا ہے

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ	هُوَ الْحَیُّ	لَآ اِلٰهَ
پروردگار عالموں کا۔	وہ ہے زندہ	نہیں کوئی معبود

اِلَّا هُوَ	فَادْعُوْهُ	مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ
مگر وہ	پس پکارو اس کو	خالص کر کے واسطے اس کے عبادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
سب تعریفیں واسطے اللہ کے	جو پروردگار ہے عالموں کا

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

سبق نمبر 14

بتاریخ	بروز	بمقام
20 اگست 2002ء 10 جمادی الثانیہ 1423ھ	منگل	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

سب تعریف اللہ کے لیے جو کل کائنات کا رب ہے

اللہ کا معنیٰ

صحیح رائے یہ ہے کہ یہ لفظ ذاتِ باری کا اسمِ علم اور اسمِ جامد ہے۔

عرب یہ لفظ سوائے ذاتِ باری اللہ تعالیٰ کے کسی اور معبود کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے۔

(۲) بعض نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ یہ لفظ اصل میں اِلٰہٌ یا اِلاہٌ ہے جو کہ فعال کے وزن پر آیا ہے۔ اور اس کا معنیٰ مَابُوہٌ (معبود) کے ہیں۔ اور ال اس کو معرفہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ گویا لفظ کی اصلی صورت اَلْاِلَاہٌ ہے۔

ال کے داخل ہونے سے الاہ کا ہمزہ بوجہ تخفیف حذف ہو گیا۔ اور پہلا لام دوسرے لام میں مدغم ہو گیا اور اس طرح اَلِاَہ رہ گیا اور پھر پہلا لام دوسرے لام میں مدغم ہو کر لفظ اللہ بن گیا۔

لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے بڑا ہے۔ اور سب سے

زیادہ جامع نام ہے۔

اور بعض علماء نے اسی کو اسمِ اعظم کہا ہے۔ یہ نام اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس لفظ کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا۔ کیوں کہ اللہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نام ہے اس موجودِ حق کا جو تمام صفاتِ ربوبیّت کے ساتھ متصف، یکتا اور بے مثال ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے

اللہ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

قرآن کا مرکزی نکتہ اللہ ہے۔ یہ نام قرآن میں ۲۷۰۱ دفعہ آیا ہے۔ جو شخص عربی نہیں جانتا اور قرآن صرف ناظرہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی یہ اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ ایک ذات ہے۔ جس سے قرآن، پڑھنے والوں کا تعارف کروا رہا ہے۔

قرآن کی تعلیم کی دو بڑی شاخیں ہیں:

(۱) حقوق اللہ اور (۲) حقوق العباد

یعنی انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور انسان کا انسان سے تعلق۔

اللہ کی صفات

قرآن ہمارے سامنے ایک ایسی ہستی کو پیش کرتا ہے جس کا نام اللہ ہے۔ اور اللہ کی شانیں اور صفتیں یہ ہیں کہ وہ:

(۱) رب العالمین ہے۔ (سورہ فاتحہ (۱)، آیت ۲)

(۲) رحمٰن اور رحیم ہے۔ (سورہ فاتحہ (۱)، آیت ۳)

(۳) مالکِ یوم الدین ہے۔ (سورہ فاتحہ (۱)، آیت ۴)

(۴) حیّ اور قیوم ہے۔ (سورہ بقرہ (۲)، آیت ۲۵۶)

(۵) عزیز اور حکیم ہے۔ (سورہ ۲۹، آیت ۴۳)

(۶) سمیع اور علیم ہے۔ (سورہ ۵، آیت ۷۷)

(۷) حکیم اور خبیر ہے۔ (سورہ ۳۴، آیت ۲)

(۸) رحیم اور غفور ہے۔ (سورہ ۳۴، آیت ۳)

(۹) غنی اور کریم ہے۔ (سورہ ۲۷، آیت ۴۱)

(۱۰) رحیم اور ودود ہے۔ (سورہ ۱۱، آیت ۹۱)

(۱۱) عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ (سورہ ۵۹، آیت ۲۳)

(۱۲) عزیز اور جبار ہے۔ (سورہ ۵۹، آیت ۲۴)

(۱۳) علیّ اور عظیم ہے۔ (سورہ ۲، آیت ۲۵۶)

(۱۴) حمید اور مجید ہے۔ (سورہ ۱۱، آیت ۱۷۴)

(۱۵) خالق کل شیء ہے۔ (سورہ ۵۹، آیت ۲۵)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱۶) ہر عیب سے پاک ہے۔ (سورہ ۱۰، آیت ۶۹)

(۱۷) راہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے۔[1]

(۱۸) مجیب الدعوات ہے۔ (سورہ ۲، آیت ۱۸۳)

(۱۹) اپنے متقی بندوں سے کلام کرتا ہے۔ (سورہ ۴۲، آیت ۵۱، ۵۲)

(۲۰) بدوں کو سزا دیتا ہے۔ (سورہ ۴۸، آیت ۱۸)

(۲۱) نیکوں کو اجر دیتا ہے۔ (سورہ ۶، آیت ۸۴)

(۲۲) نیکوں سے محبت کرتا ہے۔ (سورہ ۲، آیت ۱۹۶۔ سورہ ۱۹، آیت ۸۷)

(۲۳) جس کا نہ بیٹا ہے، نہ باپ، نہ ہمسر۔ (سورہ ۱۱۲، آیت ۴، ۵)

(۲۴) کامل تسلیم و رضا ہی اللہ کو قبول ہے۔ (سورہ ۳، آیت ۲۰)

(۲۵) تمام انسان ایک درخت کی شاخیں ہیں۔ (سورہ ۴، آیت ۲)

(۲۶) قبیلوں اور قوموں میں پہچان کے لیے تقسیم کیا گیا ہے۔[2]

(۲۷) اللہ نے ایک قانون میزان بنایا، اس کو مت توڑو۔[3]

(۲۸) قرآن مجلس کے آداب سکھاتا ہے۔[4]

(۲۹) قرآن ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ سکھاتا ہے۔[5]

---

[1] سورہ ۱۰، آیت ۳۶۔ سورہ ۳۳، آیت ۵۔

[2] سورہ ۴۹، آیت ۱۴۔

[3] سورہ ۵۵، آیت ۸، ۹۔

[4] سورہ ۵۵، آیت ۱۲۔ سورہ ۲۴، آیت ۶۱۔

[5] سورہ ۱۷، آیت ۲۴۔

(۳۰)ماں باپ کے حقوق سکھاتا ہے۔(سورہ۱۷، آیت ۲۴۔ سورہ ۲۴، آیت ۶۱)

(۳۱)عزیز و اقرباء، ہمسایہ مسکین یتیم کے حقوق۔ (سورہ۴، آیت ۳۷)

(۳۲)اپنی بیوی کے حقوق اور برتاؤ۔(سورہ۲، آیت ۱۸۸۔ سورہ ۴، آیت ۲)

(۳۳)اپنے بچوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرو۔ (سورہ۶، آیت ۱۵۳)

(۳۴)بیواؤں کے ساتھ برتاؤ۔ (سورہ۴، آیت ۲۰)

(۳۵)دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کیسا کریں۔ (سورہ۵، آیت ۹)

(۳۶)سچ کو اپنا شعار بناؤ۔ (سورہ۹، آیت ۱۱۹)

(۳۷) جھوٹ سے پرہیز کرو۔ (سورہ۲۲، آیت ۳۱)

(۳۸)زنا سے بچو۔ (سورہ۱۷، آیت ۳۳)

(۳۹)چوری سے بچو۔ (سورہ۵، آیت ۳۹)

(۴۰) قتل سے بچو۔ (سورہ۶، آیت ۱۵۱)

(۴۱) قرآن کہتا ہے خیانت سے بچو۔ (سورہ۸، آیت ۳۸)

(۴۲) قرآن کہتا ہے دشمن قوم سے بھی خیانت نہ کرو۔[1]

(۴۳) قرآن کہتا ہے لغو چیزوں سے پرہیز کرو۔ (سورہ۲۳، آیت ۳)

(۴۴)عہد کی پابندی کرو۔ (سورہ۵، آیت ۲)

(۴۵)اپنا علم بڑھانے کی کوشش کرو۔ (سورہ۲۰، آیت ۱۱۵)

---

[1]سورہ۸، آیت ۵۹۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۴۶)انصاف اور احسان کو اپنا وطیرہ بناؤ۔ (سورہ۱۶، آیت ۹۱)

(۴۷)استقلال اور ثابت قدمی کی خو پیدا کرو۔ (سورہ۳، آیت ۲۰۱)

(۴۸)شکر گزار بنو۔ (سورہ۳۹، آیت ۶۷)

(۴۹)دوسروں کو نیکی کی تلقین کرو۔ (سورہ۱۶، آیت ۱۲۶)

(۵۰)وہ بات نہ کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔ (سورہ۶۱، آیت ۳)

(۵۱)نخوت اور تکبر سے بچو۔ (سورہ۴، آیت ۳۷)

(۵۲)بخل اور فضول خرچی سے پرہیز کرو۔ (سورہ۱۷، آیت ۳۰)

(۵۳)مزاج میں انکساری پیدا کرو۔ (سورہ۲۵، آیت ۴۶)

(۵۴)لوگوں کے ساتھ ملاطفت کے ساتھ کلام کرو۔[1]

(۵۵)غصہ کو دباؤ اور لوگوں کو معاف کرو۔ (سورہ۳، آیت ۱۳۴)

(۵۶)بدی کے عوض نیکی کرو۔ (سورہ۱۳، آیت ۲۳)

(۵۷)اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ (سورہ۲، آیت ۲۶۲)

(۵۸)اپنا مال غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرو۔ (سورہ۲، آیت ۲۷۲)

(۵۹)ایک دوسرے کا تمسخر نہ اڑاؤ۔ (سورہ۴۹، آیت ۲)

(۶۰)ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو۔ (سورہ۴۹، آیت ۳)

(۶۱)اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ (سورہ۲، آیت ۱۴۱)

---

[1] سورہ۲، آیت ۸۴۔

(۶۲)پاک چیزیں کھاؤ۔ (سورہ ۲، آیت ۱۶۹)

(۶۳)صفائی کو اپنا شعار بناؤ۔ (سورہ ۲، آیت ۲۲۳۔ سورہ ۷۴، آیت ۶)

(۶۴)نیکی محض اللہ کے لیے کرو۔ (سورہ ۴، آیت ۱۴۷)

(۶۵)معاشی نظام دولت چند ہاتھوں میں محدود نہ رہے۔[1]

(۶۶)جو کچھ زمین میں ہے فنا پذیر ہے۔ (سورہ ۵۵، آیت ۴۷)

(۶۷)اللہ نے زمین و آسمان باطل نہیں بنائے۔ (سورہ ۳۸، آیت ۲۰)

(۶۸)قیامت برپا ہو جائے گی۔ (سورہ ۲۱، آیت ۱۰۵)

(۶۹)قیامت کی گھڑی زمین آسمان میں مستور ہے۔(سورہ ۷، آیت ۱۸۸)

(۷۰)قیامت ناگزیر ہے۔ (سورہ ۱۷، آیت ۵۲۔ سورہ ۱۹، آیت ۵۹)

(۷۱)مردوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ (سورہ ۴۶، آیت ۳۴)

(۷۲)سلسلہ تخلیق وارتقا قیامت کا ثبوت ہیں۔ (سورہ ۲۲، آیت ۶)

(۷۳)موت وحیات کا کوئی مقصد ہے۔ (سورہ ۵۲، آیت ۸۸)

(۷۴)مردوں کو زندہ کیا جائے گا۔ (سورہ ۴۱، آیت ۱۴۰)

☆☆☆☆

---

[1] سورہ ۵۹، آیت ۸۔

سبق نمبر 15

بتاریخ	بروز	بمقام
21 اگست 2002ء 11 جمادی الثانیہ 1423ھ	بدھ	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے۔

رَبّ

رب کا لفظی معنیٰ تربیت کرنے والا، اور مراد ہر چیز کو آہستہ آہستہ بتدریج حد کمال تک پہنچانا ہے۔

اسمِ مصدر ہے جو کہ عدل کی طرح اسمِ مبالغہ کے طور پر اسم فاعل ربّ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۲) یہ اسم صفت ہے۔ یعنی رَبَّهٗ وہ اس کا حاکم، آقا، مالک، بنایا ہوا، اس نے اس کی ملکیت حاصل کی، اس نے اس کو پالا، اس نے اس کی پرورش کی، اس نے اس کو زینہ بہ زینہ ترقی اور نشو ونما دی، حتیٰ کہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اس نے اس کی اصلاح کی، اس نے اس کے عیوب کو ڈھانپ کر اس کی نشو ونما کی۔

اس طرح گویا رب کے معنیٰ حاکم، آقا، مالک، صاحب، خداوند یعنی خود بخود وجود میں آنے والا۔ جس کو کسی نے بنایا نہ ہو۔ پالنے والا۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

قرآن مجید میں ہے

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی

یعنی ہمارا رب وہ ہے جو ہر ایک چیز کو اس کی خلقت عطا کرتا ہے پھر اس کو زینہ بہ زینہ ترقی دیتا ہے۔

رب کے معنوں میں مندرجہ ذیل معانی بالخصوص پائے جاتے ہیں۔

(۱) ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا کرتا ہے۔ پھر اس چیز کو زینہ بہ زینہ، حالت بہ حالت، تدریجاً ترقی اور نشو ونما دینا اور ساتھ ساتھ اس کے عیوب زائل کرنا یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے۔

(۲) کسی چیز پر مکمل حاکمیت حاصل ہونا۔

(۳) کسی چیز کا مکمل بلا شرکتِ غیرے مالک ہونا۔

العالمین

یہاں پر لفظ عالمین ذکر کیا گیا ہے جو کہ عالم کی جمع مذکر سالم ہے۔ یعنی عالموں کی حالتِ نصبی و جری معروف بہ الی عالم۔ علم سے اسمِ آلہ ہے۔ اس کے معنٰی ہیں مَا یُعلَم بِهٖ جس کے زریعے کوئی چیز جانی جائے۔ چوں کہ مخلوق کے ذریعہ خالق پہنچانا جاتا ہے۔ اس لیے خَلْقُ کو عَالَم کہتے ہیں۔

(۲) مخلوقات کی ایک ایک جنس ایک ایک عالم کہلاتا ہے۔ مثلاً عالمِ

ملائکہ، عالمِ انسان، عالمِ جن۔ (بیان القرآن از مولانا تھانوی ؒ)

(۳) لفظ عالم، علامت کے مادے سے ہے۔ کائنات میں جتنے بھی جہان ہیں اور ان جہانوں میں جو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کی صناعی اور کاریگری کی علامت ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہر جہان کو عالم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۴) امام ابنِ جریر ؒ، امام ابنِ کثیر ؒ اور امام رازی ؒ اور بہت سے دوسرے مفسرین بیان کرتے ہیں کہ عالَموں کی کل تعداد اٹھارہ ہزار ہے۔[1]

(۵) ہم انسانوں کے جہان میں رہتے ہیں، اس کے علاوہ ملائکہ کا جہان ہے، جنات کا جہان، برزخ، حشر اور آخرت کے جہان ہیں۔ اور پھر اس سطح ارضی پر درندوں، پرندوں اور چرندوں کے الگ الگ جہان ہیں۔ کوئی مکھیوں کا جہان ہے، کوئی کیڑوں مکوڑوں کا جہان ہے، نباتات اور جمادات کے جہان ہیں۔ پھر پانی کے اندر مچھلیوں اور دیگر بے شمار آبی جانوروں کے جہان ہیں۔

(۶) ہم چوں کہ انسانی عالم میں رہتے ہیں، اسی لیے ہم اسی سے بحث کرتے ہیں۔ قرآن کریم کا موضوع بھی عالم انسانیت کی تکمیل ہے،

---

1 تفسیر ابنِ کثیر ج ۱، ص ۲۴۔ تفسیر طبری ج ۱، ص ۶۳۔

لٰہذا باقی جہانوں کو زیرِ بحث لانا مقصود نہیں۔

(۷) بہر حال لفظ رَبُّ الۡعَالَمِیۡن سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ تمام کے تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ لٰہذا تمام جہانوں کا پرورش کنندہ ہے۔[1]

(۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عالم چالیس ہزار ہیں۔ یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم (جہان) ہے۔ باقی اس کے سوا ہیں۔ (معارف القرآن، ج ا، ص ۲۳)

(۹) حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ امام تفسیر سے منقول ہے کہ عالَم اسی (۸۰) ہزار ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱۰) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ اَلۡعٰلَمِیۡن عالم کی جمع ہے۔ جس میں دنیا کی تمام اجناس انسان، آسمان، چاند، سورج اور تمام ستارے اور ہوا و فضاء، برق و باراں، فرشتے، جنات، زمین اور اسی کی تمام مخلوقات، حیوانات، نباتات، جمادات سب داخل ہیں۔ اس لیے

رب العالمین

کے معنٰی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجناسِ کائنات کی تربیت کرنے

[1] تفسیر معالم العرفان، مولانا عبد الحمید سواتی، ص ۱۱۲۔ سورہ فاتحہ

والے ہیں۔

اور اب یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ جیسا یہ ایک عالم (جہان) ہے جس میں ہم بستے ہیں اور اس کے نظامِ شمسی و قمری اور برق و باراں اور زمین کی لاکھوں مخلوقات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ سارا ایک ہی عالم ہو اور اسی جیسے اور ہزاروں لاکھوں دوسرے عالم (جہاں) ہوں جو اس عالم (جہاں) سے باہر کی خلاء میں موجود ہوں۔ (تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۳)

(۱۱) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ

اس عالم سے باہر ایک لامتناہی خلاء کا وجود (دلائلِ عقلیہ سے ثابت ہے) اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔ اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ اس نے اس لامتناہی خلا میں ہمارے پیشِ نظر عالم کی طرح کے اور بھی ہزاروں لاکھوں عالم بنا رکھے ہوں۔[1]

☆☆☆☆

---

1 تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۳۔

سبق نمبر16

بتاریخ	بروز	بمقام
22اگست2002ء12جمادی الثانیہ1423ھ	جمعرات	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (۲)

جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورہ الرحمٰن میں اپنی مہربانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ چناں چہ ابتداء سورت ہی لفظ الرحمٰن سے شروع کی اور اس کی پہلی آیت ہی فقط الرحمٰن پر مشتمل ہے۔ اور لفظ رب کے بار بار کے ذکر سے خطاب فرمایا:

اَلرَّحۡمٰنُ	عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ	خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ	عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ
رحمٰن نے	سکھایا قرآن	پیدا کیا انسان کو	سکھایا اس کو بولنا

اسی سورت میں جملہ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۳۱ بار آیا ہے۔ اسی طرح سورہ رحمٰن میں ہر نئی نعمت کے بیان (فَبِاَيِّ اٰلَآءِ) کا تکرار ہے جو ایک نئے مضمون ہونے کے سبب ہے۔

فَيَوۡمَئِذٍ	لَّا يُسۡـَٔلُ	عَنۡ ذَنۡۢبِهٖۤ
پس اس دن	نہ پوچھا جائے گا	گناہ اس کے سے

إِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ
کسی انسان سے اور نہ جن سے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ
پس کون کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے۔

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ	بِسِیْمٰهُمْ	فَیُؤْخَذُ
پہچان لیے جائیں گے گنہگار لوگ	اپنے چہرے سے	پس پکڑا جائے گا

بِالنَّوَاصِیْ	وَالْاَقْدَامِ
پیشانی کے بالوں	اور قدموں سے

(۵) اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی کا تذکرہ آپ اس آیت میں دیکھیں جو سورہ زمر پارہ ۲۴، آیت ۵۳ میں ہے

قُلْ	یٰعِبَادِیَ	الَّذِیْنَ	اَسْرَفُوْا
کہہ دے	اے میرے بندو	جنہوں نے	زیادتی کی ہے

عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ	لَا تَقْنَطُوْا	مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ
اپنی جانوں پر	ناامید مت ہو	اللہ کی رحمت سے

اِنَّ اللّٰهَ	یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	جَمِیْعًا
بے شک اللہ	بخشتا ہے گناہ	سارے کے سارے

الرَّحِیۡمُ	هُوَ الۡغَفُوۡرُ	اِنَّهٗ
رحم کرنے والا ہے	بڑا بخشنے والا	یقیناً وہ

الرحمٰن

اسم صفت بروزن فعلان۔ صفت رحمٰن اس کے فیضانِ عالم کو بیان کرتی ہے۔ یعنی اس فیض کو بیان کرتی ہے جو تمام ذی روح چیزوں پر ہو رہا ہے جس کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔

الرحیم

اسمِ صفت بروزن فعیل۔ صفتِ رحیمیت اس کے فیضانِ خاص کو بیان کرتی ہے۔ جو ان لوگوں پر ہوتا ہے جو حصولِ مقاصد میں اس کے قوانین پر عمل کرتے ہیں، جدوجہد کرتے ہیں۔

اَلرَّحۡمٰنُ اور اَلرَّحِیۡم دونوں الفاظ الرحمت سے مشتق ہیں۔ رَحمٰن فعلان کے وزن پر ہے اور رحیم فعیل کے وزن پر جب کوئی اسم فعلان یا فعیل کے وزن پر آتا ہے۔ تو اس کے معنوں میں مبالغہ اور شدّت پائی جاتی ہے۔ رحمٰن کے معنٰی میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس میں رحیم کی نسبت ایک لفظ زائد ہے۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ زِیَادَةُ اللَّفۡظِ تَدلّ عَلٰی زِیَادَةِ الۡمَعۡنٰی یعنی زائد حروف زائد معنٰی پر دلالت کرتے ہیں۔ (نسفی)

یہ اسی رحمت پر دلالت کرتا ہے جس کی کوئی حد نہ ہو۔

الرحمٰن: گویا رحمان وہ ذات ہے جس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نہیں بولتے۔

الرحمٰن الرحیم

جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الرحیم: رحیم کا لفظ انسان کے لیے بھی بول لیتے ہیں۔

چناں چہ قرآن میں حضور ﷺ کی شان میں آیا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[1]

ترجمہ: بے شک آیا تمہارے پاس ایسا پیغمبر جو تمہاری جنس سے ہے۔ شاق ہے اس پر یہ کہ ایذا میں پڑو تم۔ حرص کرنے والا ہے تمہاری بھلائی پر مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے:

اِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ

اللہ اپنے رحیم بندوں سے رحمت کا سلوک کرتا ہے۔

حدیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] سورہ توبہ (۹)، آیت ۱۲۸، پ ۱۱

ارْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ [1]

تم زمین میں رہنے والے انسانوں پر رحم کرو۔ بلندیوں میں رہنے والا پروردگار تم پر رحم کرے گا۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رَحْمَانَ الدُّنْيَا وَرَحِيْمَ الْآخِرَةِ [2]

یعنی صفتِ رحمان میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا دنیا میں اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد اور مومن و کافر پر یکساں مہربان ہے۔ اور سب کو ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاتا ہے۔ البتہ صفت رحیم کا تعلق صرف آخرت سے ہے۔ لہٰذا آخرت کے انعام واکرام صرف مومنوں پر ہوں گے جب کہ کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔ [3]

☆☆☆☆

[1] ترمذی شریف ج ۲، ص ۱۴۔

[2] بیضاوی شریف ج ۱

[3] تفسیر فاتحہ مولانا عبدالحمید سواتی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سبق نمبر 17

بتاریخ	بروز	بمقام
24 اگست 2002ء 14 جمادی الثانیہ 1423ھ	ہفتہ	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (٣)

- جو مالک ہے انصاف (جزا) کے دن کا
- مالک ہے روزِ جزا (یعنی قیامت) کا
- انصاف کے دن کا حاکم ہے۔

مالک

لفظ ''مالک'' مِلک سے مشتق ہے جس کے معنٰی ہیں کسی چیز پر ایسا قبضہ کہ وہ اس میں تصرف کرنے کی جائز قدرت رکھتا ہو۔ (قاموس)

دین کا معنی

(١) لفظ دین کا معنٰی جزا دینا۔

(٢) دین کا معنٰی اطاعت بھی ہوتا ہے۔

(٣) اور ملت بھی۔

(۴) اس کے علاوہ دین کا معنٰی بدلہ اور جزا بھی ہوتا ہے۔

(۵) اور اس کا معنٰی انصاف بھی ہوتا ہے۔

اس مقام پر یہی معنٰی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بے حد

مہربانیاں کی ہیں ان پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ چوں کہ احکم الحاکمین ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ظلم وزیادتی کو برداشت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس نے اپنے پاس انصاف کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔

جس دن اس دنیا میں کی گئی ہر زیادتی کے متعلق ٹھیک فیصلہ ہو گا۔ اور ہر ایک کو اس کی کارکردگی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اسی کو یوم الدین کہا۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا لفظی ترجمہ ہوا "مالکِ روز جزا"

یعنی روز جزاء میں ملکیت رکھنے والا۔ وہ ملکیت کس چیز پر ہو گی۔ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ اس میں اشارہ عموم کی طرف ہے۔ یعنی روز جزاء میں تمام کائنات اور تمام امور کی ملکیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہو گی۔ (تفسیر کشاف)

مالک کون ہے؟

حقیقی مالک تمام کائنات کے ذرے ذرے کا اللہ ہے۔ جس نے ان کو پیدا کیا۔ بڑھایا۔ تربیت کی اور جس کی ملکیت ہر چیز پر مکمل ہے۔

دنیا میں بھی حقیقی اور مکمل ملکیت تمام کائنات پر صرف پروردگار

عالم ہی کی ہے۔ لیکن اسی نے اپنے کرم اور حکمتِ بالغہ سے ایک قسم کی ناقص ملکیت انسان کو مال و دولت عطا کی ہے۔ زمین و جائیداد کا مالک ہے۔ اور یہ ناقص سی ملکیت ہے۔ جو محض آزمائش کے لیے دی گئی تھی وہ اسی میں مغرور و بدمست ہو گیا۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ فرما کر اس مغرور و غافل انسان کو آگاہ فرمایا کہ یہ ملکیتیں اور سب تعلقات و روابط صرف چند روز کے لیے ہیں۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ جس میں کوئی کسی چیز کا ظاہری طور پر بھی مالک نہ رہے گا۔ تمام کائنات کی مِلک اور مالک صرف ایک ذات پاک اللہ تعالیٰ ہی کی ہو گی۔

اس آیت کی پوری تفسیر اور روز جزاء کی وضاحت

سورہ مومن کی ان آیات میں ہے:

فَادْعُوا	اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ	وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ
پس پکارو	اللہ کو خالص کر واسطے اس کے عبادت کو	اگرچہ برا مانیں کافر

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ	ذُو الْعَرْشِ	يُلْقِي الرُّوْحَ
وہ بلند درجوں والا ہے	مالک ہے عرش کا	ڈالتا ہے روح کو

مِنْ اَمْرِهٖ	عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ	لِيُنْذِرَ
اپنے حکم سے	جس پر چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	تاکہ وہ ڈرائے

يَوْمَ التَّلَاقِ	يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ	لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ
ملاقات کے دن سے	جس دن کہ وہ ظاہر ہوں گے	نہیں چھپی رہے گی اللہ پر

مِنْهُمْ	شَيْءٌ	لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ	لِلّٰهِ
ان کی	کوئی چیز	کس کی ہے بادشاہی آج کے دن	اللہ ہی کی ہے

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ	اَلْيَوْمَ تُجْزٰى	كُلُّ نَفْسٍ
جو یکتا ہے غالب ہے	آج کے دن بدلہ دیا جائے گا	ہر شخص کو

بِمَا كَسَبَتْ	لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ
جیسا اس نے کمایا	نہیں ظلم آج کے دن

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ	بِمَا كَسَبَتْ
یقیناً اللہ	جلد حساب دینے والا ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ	يَوْمَ الْاٰزِفَةِ	اِذِ الْقُلُوْبُ
اور ڈرا ان کو	قریب آنے والے دن سے	جس وقت کہ دل

لَدَى الْحَنَاجِرِ	كٰظِمِيْنَ
نزدیک گلوں کے ہوں گے	غم کے بھرے ہوئے

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ حَمِيْمٍ	وَّلَا شَفِيْعٍ
نہیں ہے ظالموں کا	کوئی دوست سچا	اور نہ سفارشی

يُّطَاعُ	يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ
کہ جس کی بات مانی جائے	جانتا ہے وہ خیانت آنکھوں کی

وَمَا تُخْفِي	الصُّدُوْرُ	وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ
اور جو کچھ چھپاتے ہیں	سینے	اور اللہ فیصلہ کرے گا انصاف سے

وَالَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	لَا يَقْضُوْنَ
اور جو لوگ	کہ پکارتے ہیں	سوائے اللہ کے	نہیں فیصلہ کرسکتے

بِشَيْءٍ	اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ
کچھ بھی	یقیناً اللہ ہی ہے	سننے والا دیکھنے والا۔

(پ۲۴، رکوع۷، سورہ مومن، آیات ۱۴ تا ۲۰)

☆☆☆☆

سبق نمبر 18

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	ہفتہ	24 اگست 2002ء 14 جمادی الثانیہ 1423ھ

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (۴)

- ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کرتے ہیں۔
- خاص تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔
- اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

عبادت کا مفہوم

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبادت ایک جامع لفظ ہے اور بہت وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ یعنی ہر وہ کام جو اللہ کو پسند ہو خواہ اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے اسے عبادت کہا جاتا ہے۔

عبادت کے معنیٰ

ذلت اور انکساری کا اظہار کرنے کے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن میں جہاں بھی اللہ کی

عبادت کا لفظ آیا ہے اس سے مراد توحید ہے۔ گویا توحید یہ ہے کہ اللہ کو ایک ماننا اور عبادت انتہائی درجہ کی تعظیم کا نام ہے۔ جو اہلِ ایمان صرف اور صرف انتہائی درجہ کی تعظیم اللہ کی کرتے ہیں۔ جس میں کسی کو شریک نہیں کرتے۔

اِیَّاكَ : اِیَّا اکثر ضمائر منصوبہ کے ساتھ مل کر بطور مفعول مقدم استعمال ہوتا ہے۔

لیکن بعض دفعہ تاکید اور تکرار کے معنی دینے کے لیے فعل کے بعد بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہیں ضربت ایاك میں نے تجھے مارا۔ ہاں تجھے مارا۔ لیکن مفعول مقدم میں تخصیص کے معنٰی پائے جاتے ہیں۔

گویا جب کہا جائے نَعۡبُدُكَ تو اس کے معنی ہیں ہم تیری عبادت کرتے ہیں لیکن جب کہا جائے اِیَّاكَ نَعۡبُدُ تو اس کے معنٰی ہیں ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح جب کہا جائے نَسۡتَعِیۡنك تو اس کا معنٰی ہوا ہم آپ سے مدد چاہتے ہیں۔

اور جب کہا جائے وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡن۔ تو اس کا معنٰی ہیں ہم صرف تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ اَیَّا اکیلا استعمال نہیں ہوتا۔ حروف غیبت خطاب اور تکلم کے ساتھ ملا کر استعمال ہوتا ہے۔

اور صرف اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ یہ حروف بطور ضمائر متصلہ استعمال نہ ہو سکیں۔ مثلاً ایاكَ ضَرَبۡتُ تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ك

ضربت استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن ضربت ایاك نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ ضربتك استعمال ہو سکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ضمائر منصوبہ صرف مفعول بہ یا مفعول مطلق کے طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔ اَیَّا کے ساتھ مل کر ان کی حیثیت بدل نہیں جاتی۔ مثلاً یہ تو کہہ سکتے ہیں ایاك لیکن یہ نہیں کہہ سکتے ایاك ضربہ

استعانت کے معنٰی کی تشریح

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ کے معنٰی مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ بیان کیے ہیں کہ:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، تیرے سوا کسی سے نہیں مانگتے۔[1]

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس آیت میں ایک پہلو حمد وثناء کا اور دوسرا دعا و درخواست کا ہے۔

نَعۡبُدُ عبادت سے مشتق ہے۔ جس کے معنٰی ہیں کسی کی انتہائی تعظیم و محبت کی وجہ سے اس کے سامنے اپنی انتہائی عاجزی اور فرماں برداری کا اظہار۔

---

1 تفسیر ابنِ جریر۔ ابنِ ابی حاتم

نَسۡتَعِيۡن استعانت سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہیں کسی سے مدد مانگنا۔

انسان پر تین حالات

انسان پر تین حالات گزرتے ہیں:

(۱)ماضی، (۲)حال اور (۳) مستقبل

پچھلی تین آیتوں میں سے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ اور اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ میں انسان کو اس پر متبنہ کر دیا گیا کہ وہ اپنے ماضی اور حال میں صرف اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے کہ اس کو ماضی میں نابود سے بود کیا۔ اور اس کو تمام کائنات سے زیادہ بہترین شکل و صورت اور عقل و بصیرت عطا فرمائی۔ اور حال میں اس کی پرورش اور تربیت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ۔ میں بتا دیا کہ مستقبل میں بھی وہ اللہ ہی کا محتاج ہے۔ کہ روز جزاء میں اس کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔

اور جب ان تینوں آیتوں نے یہ واضح کر دیا کہ انسان اپنی زندگی کے تینوں دور میں اللہ ہی کا محتاج ہے تو اس کا طبعی اور عقلی تقاضا یہ ہوا کہ عبادت بھی صرف اسی کی کی جائے۔

کیوں کہ عبادت جو انتہائی تعظیم و محبت کے ساتھ اپنی عاجزی اور تذلّل کا نام ہے وہ کسی دوسری ہستی کے لائق نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ

ہے کہ ایک عاقل انسان پکار اٹھے کہ ہم تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔

اسی مقتضائے طبع کو اِیَّاكَ نَعۡبُدُ میں ظاہر فرما دیا گیا ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ حاجت روا صرف ایک ہی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے تو اقتضائے عقلی و طبعی یہ ہے کہ اپنے کاموں میں مدد بھی صرف اسی سے مانگنا چاہیے اسی اقتضائے عقل و طبع کو وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ میں ذکر کیا گیا ہے۔ (روح البیان۔ بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب)

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

سبق نمبر 19

بتاریخ	بروز	بمقام
25 اگست 2002ء 15 جمادی الثانیہ 1423ھ	اتوار	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ (۴)

- تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔
- خاص تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔

عبادت میں خلوص

امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کو وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے مقدم لانے سے یہی مقصود ہے کہ پہلے عقیدہ پاک ہو جائے تو اس کے بعد باقی امور انجام دیے جائیں۔

(۲) امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو کہ چوتھی صدی کے حنفی مسلک کے امام تھے۔

"اخلاص اُسی وقت پیدا ہو گا جب ایمان پاک ہو گا۔ اور اس میں کفر، شرک، نفاق، شک، الحاد کی ملاوٹ نہیں ہو گی۔

اگر ایمان میں ایسی چیزوں کی ملاوٹ ہو گی تو اخلاص پیدا نہیں ہو سکتا۔

(بحوالہ تفسیر احکام القرآن۔ تفسیر سورہ فاتحہ علامہ سواتی)

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

(۳) بخاری شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

انسانی جسم میں ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ہے۔ اگر وہ لوتھڑا بگڑا ہوا ہے تو سارا جسم ہی بگڑا ہوا ہے۔ فرمایا اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ یاد رکھو وہ لوتھڑا دل ہے۔ اس کی اصلاح پر سارے جسم کا دارومدار ہے۔ قلب مرکز اخلاق ہوتا ہے۔ ایمان، کفر، اخلاص، شک، تردید، اور نفرت اس میں ہوتے ہیں لہٰذا اس کی اصلاح ضروری ہے۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ بالغہ ج۱، باب حقیقۃ السعادہ میں فرماتے ہیں:

"انسان کی حقیقی سعادت اللہ تعالیٰ کی عبادت پر موقوف ہے۔ اگر انسان اللہ کی صحیح طریقے سے عبادت کریں گے تو ان کو سعادت نصیب ہو سکے گی۔ اس کے بغیر کوئی آدمی سعادت مند نہیں ہو سکتا۔"

اس دنیا کی سعادت تو بہت سے ذرائع سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جیسے مال و دولت کا مل جانا، کسی پارلیمنٹ کا ممبر بن جانا، اقتدار حاصل ہو جانا، زن و فرزند کا حاصل ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر حقیقی سعادت اخلاص فی العبادت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

(۵) مسلم شریف اور بخاری شریف میں ایک حدیث میں آتا ہے:

اللہ کا حق بندوں پر

کسی سفر کے دوران حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ سواری پر

پیچھے بیٹھے تھے۔ راستے میں آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟

معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور ﷺ! اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ اللہ کا حق اپنی مخلوق پر یہ ہے:

اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا[1]

(یعنی) بندے صرف اُسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہر انسان پر ہے۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا اللہ کے عذاب کا نشانہ بنے گا۔

بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر

پھر حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور ﷺ! اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

جب بندے صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے تو پھر بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے:

اَنْ لَّا یُعَذِّبَھُمْ

[1] بخاری شریف ج۱، ص۴۰۰۔ مسلم شریف ج۱، ص۴۴

کہ وہ ان کو عذاب نہیں کرے گا۔(بخاری شریف۔ مسلم شریف)

بلکہ جنت میں داخل کر دے گا۔ جیسا کہ سورہ یونس میں فرمایا:

كَذَالِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنِ

یہ بات ہمارے ذمے ہے کہ ہم اہلِ ایمان کو نجات دے دیں۔

اور سورہ روم میں فرمایا:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْن

یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم اور مہربانی کے ساتھ بعض حقوق اپنے ذمے لے رکھے ہیں ورنہ کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ پر کوئی حق قائم کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

اس قسم کے حقوق کی بات دیگر احادیث میں بھی ملتی ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص کسی دوسرے آدمی کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے، تو ایسے شخص کے لیے اللہ کے ذمے یہ حق ہے کہ وہ اُسے آخرت کی پریشانیوں سے بچائے۔(ترمذی شریف، ج۲، ص۱۵)

بہر حال اس قسم کے حقوق اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے اپنے ذمے لے رکھے ہیں۔

الوہیت کی شرائط

بندے اللہ کے حضور اقرار کرتے ہیں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ۔ پروردگار! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لیے ضروری ہے کہ وہ الٰہ یعنی معبود ہے۔ اور الوہیت کی بعض شرائط ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا عبادت بھی اس کی ضروری ہے۔

الوہیت کی پہلی شرط

معبود ہونے کی پہلی شرط واجب الوجود ہونا ہے یعنی عبادت کے لائق وہ ہستی ہے جس کا وجود خود بخود ہے اور کسی دوسری ہستی کا عطا کردہ نہیں۔

یہی چیز باقی مخلوق سے اللہ کو ممتاز کرتی ہے۔ باقی ہر چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ جب کہ اللہ کا اپنا وجود خود بخود ہے۔ فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی ذات خود بخود ہے۔ اردو پنجابی میں بھی اللہ کو جب خدا پکارا یا کہا جاتا ہے تو یہی معنیٰ مراد ہوتے ہیں۔ گویا اردو، فارسی، پنجابی میں اللہ کے لفظ کے معانی یہ سمجھائے جاتے ہیں کہ اللہ خدا ہے جو کہ خود بخود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ	اَللّٰهُ الصَّمَدُ
وہ اللہ ایک ہے	اللہ بے نیاز ہے

لَمْ يَلِدْ	وَلَمْ يُوْلَدْ
نہ اس سے کوئی پیدا ہوا	نہ وہ کسی سے پیدا ہوا

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ
اور نہیں ہے اس کا ایک بھی اس کا ہم کُفو (ذات برادری والا)

الوہیت کی دوسری شرط

الوہیت کی دوسری شرط قادر مطلق ہونا ہے۔ یعنی عبادت صرف اسی ہستی کی ہو سکتی ہے جو اپنی منشاء، اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے کرے اور اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اس لیے قرآن پاک میں جگہ جگہ آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور وہی قادر مطلق ہے۔ یہ چیز اور کسی میں نہیں۔ لہٰذا عبادت صرف اللہ ہی کی ہو سکتی ہے۔

☆☆☆☆

سبق نمبر 20

بتاریخ	بروز	بمقام
26 اگست 2002ء 16 جمادی الثانیہ 1423ھ	پیر	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ (۴)

اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

الوہیت کی شرائط

(۱) الوہیت کی پہلی شرط واجب الوجود ہونا۔

(۲) دوسری شرط قادرِ مطلق ہونا ہے۔

(۳) الوہیت کی تیسری شرط علیم کل ہونا ہے۔

عبادت صرف اسی ذات کی ہو سکتی ہے جو کائنات کے ذرے ذرے سے واقف ہو۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہ ہو۔ یہ شرط بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہے۔ ہر چیز کا ازلی، ابدی علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

قرآن مجید میں بار بار آیا ہے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيۡمٌ

اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اُس کا علم ذرے ذرے پر محیط ہے۔ اُس کے علاوہ ذرے ذرے کا علم کسی کو حاصل نہیں۔ مخلوق میں سے مقرب ترین ہستیاں انبیاء، فرشتے، اولیاء سب کا علم محدود ہے کہ مخلوق میں درجہ بدرجہ علم میں سب کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے لیکن علیم کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اللہ کے علم کی شان

(ا) اللہ تعالیٰ سورہ مجادلہ میں فرماتے ہیں:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ	جَمِيْعًا
جس دن اٹھائے گا ان کو اللہ	سب کے سب کو

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا	اَحْصٰهُ اللّٰهُ
پھر بتادے گا ان کو جو کچھ کیا تھا انہوں نے	گن رکھا تھا اس کو اللہ نے

وَ نَسُوْهُ	وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ
اور بھول گئے وہ اس کو	اور اللہ ہر ہر چیز کے گواہ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا فِي السَّمٰوٰتِ
کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ	جانتا ہے	جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَ مَا فِي الْاَرْضِ	مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى
اور جو کچھ زمین میں ہے	نہیں ہوتی کوئی مشورہ کی بات

ثَلٰثَةٍ	اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ	وَلَا خَمْسَةٍ
تین شخصوں کی	مگر وہ چوتھا ان کا ہے	اور نہ پانچ کی

اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ	وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ	وَلَآ اَكْثَرَ
مگر وہ چھٹا ان کا ہے	اور نہ کم اس سے	اور نہ زیادہ

اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ	اَيْنَ مَا كَانُوْا	ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ
مگر وہ ساتھ ان کے ہے	جہاں کہیں بھی ہوں	پھر بتادے گا ان کو

بِمَا عَمِلُوْا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
جو کچھ کیا تھا انہوں نے	قیامت کے دن

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ
بے شک اللہ ہر چیز کا	جاننے والا ہے۔

(پ۲۸، رکوع۲، آیت ۶ تا ۷)

(۲) سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ	وَمَا تُعْلِنُوْنَ
اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو تم	اور جو ظاہر کرتے ہو تم

(پ۱۴، رکوع۸، آیت ۱۹)

(۴) الوہیت کی چوتھی شرط خالق ہونا ہے

ہر چیز کا پیدا کرنے والا بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

(۱) سورہ زمر، پ ۲۴، رکوع ۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ	وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	وَّكِيْلٌ
اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا	اور وہی ہر چیز کا	کارساز ہے

(۲) نیز سورہ اعراف آیت ۵۴، پ ۸، رکوع ۱۴ میں فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بے شک رب تمہارا اللہ ہے جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ
چھ دن میں	پھر قائم ہوا وہ عرش پر

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ	يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا
ڈھانکتا ہے رات سے دن کو	گویا رات دن کے پیچھے لگی آرہی ہے لپکتی ہوئی

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ	وَالنُّجُوْمَ
اور پیدا کیا سورج کو اور چاند کو	اور ستاروں کو

مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ
کہ یہ سب تابع ہیں بس اس کے حکم کے

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ
آگاہ ہو اسی کے لیے ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ	اُدْعُوْا	رَبَّكُمْ
برکت والا ہے اللہ جو رب ہے تمام جہانوں کا	پکارو تم	اپنے رب کو

تَضَرُّعًا	وَّ خُفْيَةً
عاجزی سے	اور چپکے چپکے

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ
بے شک وہ نہیں پسند کرتا زیادتی کرنے والوں کو

(۳) سورہ نحل رکوع ۱، آیت ۴ میں فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ	فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ
پیدا کیا انسان کو نطفہ سے	پھر یکایک وہ جھگڑنے والا ہے کھلم کھلا

(۴) نیز سورہ نحل آیت ۱۷ میں فرمایا (پ ۱۴، رکوع ۸)

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ	كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ
کیا جو پیدا کرتا ہے	اس جیسا ہو گا جو نہیں پیدا کر سکتا

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ
کیا نہیں نصیحت پکڑتے تم

(۵) نیز آگے آیت ۲۰ میں فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا
اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا	نہیں پیدا کر سکتے کچھ

وَ هُمْ يُخْلَقُوْنَ
اور وہ پیدا کیے جاتے ہیں

(٦) نیز سورہ فاطر آیت ۳، پ ۲۲ میں فرماتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا	نِعْمَتَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
اے لوگو! یاد کرو	احسان اللہ کا	اوپر اپنے

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ	يَرْزُقُكُمْ
کیا ہے کوئی پیدا کرنے والا سوائے اللہ کے	کہ رزق دیوے تم کو

مِّنَ السَّمَآءِ	وَ الْاَرْضِ	لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
آسمان سے	اور زمین سے	نہیں کوئی معبود سوائے اس کے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ
پھر کہاں بہکے جا رہے ہو

غرضیکہ جواب پھر وہی آتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اس لیے عبادت کے لائق وہی ذات ہو سکتی ہے جس میں یہ چار شرائط پائی جائیں:

(۱) جو واجب الوجود ہو، (۲) جو قادر مطلق ہو،

(۳) جو علیم کل ہو اور (۴) جو خالق ہو۔

یہ چاروں شرائط چوں کہ صرف اللہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں لہٰذا

عبادت کے لائق بھی وہی ذات ہے۔ اس لیے بندوں کی زبان سے کہلوایا گیا ہے۔

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡن

اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

سبق نمبر21

بتاریخ	بروز	بمقام
27اگست2002ء17جمادی الثانیہ1423ھ	منگل	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (۴)

- تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں
- خاص تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔

سورہ فاتحہ کی پہلی تین آیات میں بندہ اللہ کی حمد وثناء بیان کرتا ہے۔

(۱) پھر چوتھی آیت میں بھی ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے کہ عبادت واعانت کے لائق صرف وہی ہے۔

(۲) اور دوسری حیثیت سے انسان کی دعا اور درخواست ہے کہ ہماری مدد فرمائے۔

(۳) اور تیسری حیثیت اور بھی ہے کہ انسان کو اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور حقیقی طور پر اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا نہ سمجھے۔

اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرے۔[1]

(۴) اس آیت میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ارشاد یہ ہے کہ

---

[1] معارف القرآن۔ مفتی محمد شفیع صاحب۔

"ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"

کس کام میں مدد مانگتے ہیں، اس کام کا ذکر نہیں۔ جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا ذکر نہ کرنے میں عموم کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اپنی عبادات اور ہر دینی و دنیوی کام اور ہر مقصد میں صرف آپ ہی کی مدد چاہتے ہیں۔

عبادت کی اقسام

پھر عبادت صرف (۱) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) روزہ اور (۴) حج کا نام نہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب "اربعین" میں عبادت کی دس قسمیں لکھی ہیں:

(۱) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) روزہ

(۴) حج (۵) تلاوتِ قرآن

(۶) ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا

(۷) حلال روزی کے لیے کوشش کرنا

(۸) مسلمانوں کے پڑوسی اور ساتھی کے حقوق ادا کرنا

(۹) لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرنا

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرنا۔

اس لیے عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کے معنیٰ یہ ہو گئے کہ

(۱)نہ کسی کی محبت اللہ کے برابر ہو۔

(۲)نہ کسی کا خوف اللہ کے برابر ہو۔

(۳)نہ کسی سے امید اس طرح کی ہو۔

(۴)نہ کسی پر بھروسہ اللہ کے مثل ہو۔

(۵)نہ کسی کی اطاعت و خدمت اور کام کو اتنا ضروری سمجھے جتنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ضروری سمجھے۔

(۶)نہ اللہ کی طرح کسی کی نذر اور منّت مانے۔

(۷)نہ اللہ کی طرح کسی دوسرے کے سامنے اپنی مکمل عاجزی اور تذلّل کا اظہار کرے۔

(۸)نہ وہ افعال کسی دوسرے کے لیے کرے جو انتہائی تذلل کی علامت ہیں، جیسے رکوع و سجدہ۔[1]

اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت شرک ہے

عبادت کے معنیٰ اوپر معلوم ہو چکے ہیں کہ کسی ذات کی انتہائی عظمت و تذلل کا اظہار ہے۔

[1] معارف القرآن ص ۳۹۔ از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

(۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے تو یہی شرک کہلاتا ہے۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ شرک صرف اسی کو نہیں کہتے کہ بت پرستوں کی طرح کسی پتھر کی مورتی وغیرہ کو خدائی اختیارات کا مالک سمجھے، بلکہ کسی کی عظمت، محبت، اطاعت کو وہ درجہ دینا جو اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے یہ بھی شرک جلی میں داخل ہے۔

قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کے شرک کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّن دُونِ اللهِ [1]

یعنی ان لوگوں نے دینی عالموں اور رھبانوں کو اپنا رب بنالیا ہے اللہ کے بجائے۔

حدیث: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہونے سے پہلے نصرانی تھے۔ انہوں نے اس آیت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم تو اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ پھر قرآن مجید میں ان کو معبود (رب) بنانے کا الزام ہم پر کیسے لگایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے علماء بہت سی ایسی

---

[1] سورہ توبہ آیت ۳۱۔ پ ۱۰ رکوع ۱۱

چیزوں کو حرام قرار دے دیتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور تم اپنے علماء کے کہنے پر ان کو حرام ہی سمجھتے ہو۔ اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، تمہارے علماء ان کو حلال کر دیتے ہیں تو تم ان کے کہنے کا اتباع کر کے حلال کر لیتے ہو۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بے شک ایسا تو ہے۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے حلال یا حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ کا ہے۔ جو شخص اس میں کسی دوسرے کو شریک قرار دے اور اللہ تعالیٰ کے احکام حلال و حرام معلوم ہونے کے باوجود ان کے خلاف کسی دوسرے کے قول کو واجبُ الاتباع سمجھے، گویا وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔ اور شرک میں مبتلا ہے۔[1]

☆☆☆☆

[1] معارف القرآن، ج۱، ص ۴۲۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

سبق نمبر22

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	بدھ	28اگست2002ء18جمادی الثانیہ1423ھ

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ (۴)

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

توحید کے چار درجات

کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" ج۱، ص۵۹ پر امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجات ہیں:

(۱)توحید کا پہلا درجہ واجب الوجود ہونا ہے۔

(۲)توحید کا دوسرا درجہ صفتِ خلق ہونا۔

(۳)توحید کا تیسرا درجہ تدبیر ہے۔

(۴)توحید کا چوتھا درجہ عبادت کا ہے۔

ان میں سے دو درجوں میں تو سب مومن، کافر، مشرک وغیرہ متفق ہیں۔ مگر باقی دو درجوں میں کفار و مشرکین جو ہیں وہ اہلِ ایمان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

(۱)توحید کا پہلا درجہ واجب الوجود ہونا ہے۔ اس پر سب متفق ہیں

کہ واجب الوجود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ صرف اس کا وجود خود بخود ہے۔ باقی پر مخلوق کا وجود عطائی ہے۔

(۲) توحید کا دوسرا درجہ صفتِ خلق ہے۔ سوائے دہریوں کے اس پر بھی سب متفق ہیں کہ خالق اللہ ہے۔

کسی سے پوچھیں ہر چیز کا خالق کون ہے؟ تو کہیں گے: اللہ تعالیٰ، ایشور یا گاڈ (GOD) ہے۔ صرف دہریوں کی قلیل تعداد کے علاوہ باقی تمام مذاہب اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مانتے ہیں۔ گویا ان دو درجات میں سب کا اتفاق ہے۔

(۳) توحید کا تیسرا درجہ تدبیر ہے۔ یہاں آکر کافر و مشرک اہل ایمان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

ایمان والوں کا نظریہ یہ ہے کہ ہر چیز کا تدبیر کنندہ اللہ ہی ہے یعنی مدبر ہے۔ یعنی آسمان سے زمین تک سب نظام اسی کے قضاء قدر سے چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے لے کر زمین تک جتنے امور ہیں ہر امر کی تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

(۱) چناں چہ سورہ الم سجدہ میں موجود ہے (پ ۲۱)

اَللّٰهُ الَّذِیْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ
اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

وَمَا بَيْنَهُمَا	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ
اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے	چھ دن میں

ثُمَّ اسْتَوٰى	عَلَى الْعَرْشِ ؕ	مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
پھر قرار پکڑا	عرش پر	نہیں ہے تمہارے لیے سوائے اس کے

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ	اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ
کوئی دوست اور نہ سفارشی	کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ	مِنَ السَّمَآءِ	اِلَى الْاَرْضِ
تدبیر کرتا ہے کام کی	آسمانوں سے	طرف زمین کے

ثُمَّ يَعْرُجُ	اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ
پھر چڑھ جائے گا	طرف اس کے وہ کام ایک دن میں کہ ہے مقدار اس کی

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ
ہزار برس ان برسوں سے کہ گنتے ہو تم

یہاں آکر نجومی (ستارہ پرست) اور مشرک علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ نجومی ستاروں کو مدبر مانتے ہیں۔ اور مشرک غیر اللہ سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں یعنی اپنے پیروں کو مدبر جانتے ہیں۔

بعض قبر والوں سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ بعض فرشتوں، جنات اور بھوت پریت کے ساتھ اپنی توقعات وابستہ کرتے ہیں اور

حاجتوں اور تکلیفوں میں پکارا کرتے ہیں۔

مگر اہلِ ایمان اللہ والوں کو درجہ بدرجہ اللہ والے مانتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ہی مدبر حقیقی مانتے ہیں۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود جو اعلان فرمادیا ہے کہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وہ ہر چیز کی تدبیر کرتا ہے آسمان سے زمین کی طرف۔

(۲) امر ربی کی شان اللہ نے سورہ یٰسین کے آخر میں فرمائی ہے۔

وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ○ اِنَّمَآ اَمْرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ

اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا اور جاننے والا۔ بے شک اس کا معمول تو یہ ہے کہ جب چاہتا ہے تو کہتا ہے اس کے لیے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۴) توحید کا چوتھا درجہ عبادت کا ہے۔ عبادت انتہائی درجے کی تعظیم کا نام ہے۔ یہاں بھی بعض لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایمان والے کہتے ہیں کہ عبادت صرف اسی ذات کی ہو سکتی ہے۔ جو واجب الوجود، قادرِ مطلق، علیم کل نافع ضار اور ہر چیز میں متصرف ہے۔ مگر مشرک لوگ عبادت میں بھی (یعنی انتہائی درجے کی تعظیم میں بھی) دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

عبادت قولی بھی ہوتی ہے اور عبادت فعلی بھی۔ عبادت مال سے بھی

ہوتی ہے اور نذر و نیاز سے بھی۔ مشرکین نے بتوں کی پوجا شروع کر دی، کسی نے جنات اور فرشتوں کو معبود بنالیا۔ نجومیوں نے ستارہ پرستی شروع کر دی۔ نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو معبود بنالیا۔یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔

مگر صحیح ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں کسی دوسری ذات کو شریک نہ کیا جائے۔اس لیے یہاں پر فرمایا:

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ۔ اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتے۔

وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ اور استعانت بھی تیری ذات سے طلب کرتے ہیں۔ ہم عبادت اور استعانت تیری ذات کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ تیرے سوا کوئی ذات اس کی اہل نہیں ہے۔

عبادت کی عملی صورت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عبادت کی یہ تعریف بھی کرتے ہیں

عبادت در حقیقت مشغول کردن تمام اعضاء و جوارح ظاہر و باطن دار راہِ او و بمرضیات او۔ (تفسیر عزیزی فارسی، ص ۷، ج ۱)

یعنی اپنے تمام اعضاء و قویٰ ظاہرہ اور باطنہ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی مرضیات پر لگا دینے کا نام عبادت ہے۔

بہر حال اپنے ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے تابع کر دینے

کا نام ہی عبادت ہے۔ بندے اور مالک کے درمیان تعلق کی درستگی ہی عبادت ہے۔ اور اس میں قولی، فعلی اور مالی ہر قسم کی عبادات شامل ہیں۔

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ (۴)

صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔

سورہ فاتحہ کی پہلی تین آیات میں غائبانہ طریقے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی گئی تھی اور چوتھی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ سے براہ راست بندہ اپنے مالکِ حقیقی سے مخاطب ہوتا ہے کہ اے اللہ! تیری صفات رب، رحمان، رحیم، مالک ہیں۔

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ — ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ — اور خاص تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

(۱) امام زمخشری اپنی تفسیر کشاف میں اور امام بیضاوی اپنی تفسیر بیضاوی میں اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

نَخُصُّكَ بِالۡعِبَادَةِ وَالۡاِسۡتَعَانَةِ

(یعنی) ہم خاص کرتے ہیں تجھ کو عبادت اور استعانت کے ساتھ۔

کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی عبادت کی جاسکے یا جس سے استعانت (مدد طلب) کی جائے۔

استعانت سے مراد

مافوق الاسباب غائبانہ مدد ہے۔ اور یہ صرف ذاتِ خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی طرح عبادت یعنی انتہائی درجہ کی تعظیم بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی روا نہیں ہے۔

ضمیر میں تقدم و تاخر

اس آیت کریمہ میں اِیَّاکَ ضمیر ہے یعنی مفعول اور فاعل نعبد اور نستعین کی ضمیر ہے۔ عربی زبان کا اسلوب کلام یعنی کلام کا طریقہ یہ ہے کہ مفعول یا اس کی ضمیر، فعل اور فاعل کے بعد آتی ہے۔

مگر یہاں پر مفعول کی ضمیر اِیَّاکَ کو پہلے لایا گیا ہے۔ جب کہ فعل اور فاعل نَعۡبُدُ اور نَسۡتَعِیۡنُ کو موٴخر کر دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں علمِ معانی والے کہتے ہیں کہ جس لفظ کا حق موٴخر ہوتا ہے جب اسے مقدم لایا جائے تو اس سے متعلقہ مقصد کا حصہ مطلوب ہوتا ہے اور اسے مفعول کے ساتھ بند کر دیا جاتا ہے۔

ایاك نعبد و ایاك نستعین

اس آیت مین مفعول کی ضمیر یعنی نشانی اِیَّاکَ کو مقدم لانے کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور استعانت صرف ذاتِ خداوندی میں بند ہے۔ یہ کسی دوسری ذات کے ساتھ روا نہیں رکھی جا سکتی۔ اس لیے

آیت کا معنیٰ یہ کیا جاتا ہے کہ اے پروردگار! ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

عبادت اور استعانت میں تقدم وتاخر

امام ابن ابی بکر بن عبد القادر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل القرآن کے نام سے ایک مختصر سی تفسیر لکھی ہے۔ جس میں اس آیت کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ اس آیت کریمہ میں عبادت کا پہلے ذکر ہے اور استعانت کا بعد میں۔

اس عقدے کو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح حل کیا ہے:

عبادت کی ایک قسم توحید فی العبادت بھی ہے۔ یعنی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا۔ اور عبادت موقوف ہے اصلاح عقیدہ پر۔ جب تک عقیدہ درست نہیں ہوگا، کوئی عبادت درست نہیں ہوگی۔

قرآن مجید میں موجود ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ○ (سورہ انبیاء، آیت ۹۴، پ۱۷)

جو شخص مومن ہو کر کوئی نیک عمل کرے تو اس کے کام کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی سعی مشکور ہوگی اور ہم اُس کو لکھ لیتے ہیں۔

تو فرماتے ہیں کہ عقیدے کی درستگی چوں کہ بنیادی چیز ہے اور اسی پر ہر عمل کا دارومدار ہے۔ لہٰذا ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ'' کو پہلے ذکر کیا گیا ہے اور

"اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کو مؤخر کیا گیا ہے۔[1]

گویا جب تک عقیدہ درست نہ ہو عبادت میں خلوص پیدا نہیں ہو سکتا۔

عبادت میں خلوص

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے:

لُبَابُ الْقُرْآنِ فِی الْحَوَامِیْمِ السَّبْعَةِ[2]

(یعنی) قرآنِ کریم کا خلاصہ حم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں ہے۔

پ ۲۴ سے یہ سورتیں شروع ہوتی ہیں۔ پہلے سورہ مومن ہے پھر سورہ حم سجدہ ہے۔ اس کے بعد پ ۲۵ میں سورہ شوریٰ، سورہ زخرف، سورہ دخان، سورہ جاثیہ۔ پھر پ ۲۶ میں سورہ احقاف ہے۔

یہ ساتوں سورتیں اکٹھی آتی ہیں اور ان کے پڑھنے کی بھی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ حم مومن کی پہلی تین آیات اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک صبح پڑھے اور آیت الکرسی پڑھے تو شام تک حفاظت میں رکھا جاتا ہے۔ اور شام کو پڑھے تو صبح تک حفاظت میں رکھا جاتا ہے۔ (ترمذی شریف۔ مشکوٰۃ شریف)

---

[1] مسائل الرازی واجوبھا ص ۲۔ بحوالہ تفسیر سورہ فاتحہ مولانا سواتی ص ۱۱۸۔

[2] تفسیر ابنِ کثیر ج ۴، ص ۶۹

(۲) ایک دوسری حدیث میں ہے:

حوامیم سات ہیں اور جنت کے دروازے بھی سات ہیں۔ لایا جائے گا ہر

حوامیم وہاں اور ٹھہرے گا ہر ایک دروازے پر اور کہے گی

اے اللہ داخل کر اس باب سے جو ایمان لایا مجھ پر اور پڑھے مجھ کو۔[1]

(۳) اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جو شخص سورہ دخان رات کو پڑھے تو اس حال میں صبح کرے گا کہ ستر

ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت چاہتے ہوں۔ (ترمذی شریف)

(۴) اور ایک حدیث میں ہے کہ سورہ دخان شب جمعہ کو تلاوت کرنے

والے کی مغفرت کی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

ان سب میں مشترک چیز یہی ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝[2]

یعنی اللہ کی عبادت کرو اس حالت میں کہ عبادت میں اخلاص کرنے

والے ہو۔

چناں چہ حوامیم سبعہ میں یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہایت اخلاص کے ساتھ کرو جس کے لیے پہلے عقیدے کی درستگی ضروری ہے۔ اس لیے پہلے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا ذکر کیا گیا ہے کہ پہلے

---

[1] حدیث بیہقی شریف

[2] سورہ زمر آیت ۲، پ ۲۳ رکوع ۱۵

عقیدہ پاک ہو جائے۔

سورہ طلاق آیت ۱۲، پ ۲۸ میں فرمایا

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ	وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ
اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا	سات آسمانوں کو	اور زمین کو مانند ان کے

یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ	بَیْنَهُنَّ
نازل ہوتا ہے حکم اس کا	ان کے درمیان

لِتَعْلَمُوْۤا	اَنَّ اللّٰهَ	عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
تاکہ تم جانو	کہ بے شک اللہ	ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

وَّ اَنَّ اللّٰهَ	قَدْ اَحَاطَ	بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا
اور یہ کہ اللہ نے	گھیر لیا ہے	ہر چیز کو علم میں

حدیث: بخاری شریف ج ۱، ص ۲ کتاب الصلوٰۃ باب ۵۴۶ حدیث نمبر ۸۰۵ میں حدیث زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو پانی برس چکا تھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا تم جانتے ہو تمہارا پروردگار کیا فرماتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا

قالوا! اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ: اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤمِنٌ بِیْ وَ كَافِر فَاَمَّا مَنْ قَالَ مطرنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ

رَحۡمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤۡمِنٌۢ بِيۡ وَ كَافِرٌۢ بِالۡكَوۡكَبِ وَ اَمَّا مَنۡ قَالَ بِنَوۡءِ كَذَا وَ كَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌۢ بِيۡ وَ مُؤۡمِنٌۢ بِالۡكَوۡكَبِ۔

اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آج صبح کو کچھ بندے میرے مومن ہوئے۔ کچھ کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ تو میرا مومن (ماننے والا) ہے اور ستاروں ﷺ کا منکر اور جس نے کہا فلانے تارے کی فلانی جگہ پر آنے سے بارش ہوئی وہ میرا منکر اور ستاروں کا مومن۔

یعنی جو شخص کائنات میں مخلوق کو مدبر (کام کرنے والا) سمجھتا ہے اسے حق تعالیٰ اپنے منکروں میں شمار فرمارہے ہیں کہ وہ ستارہ پرست ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ سارا کارخانۂ قدرت اللہ کے حکم سے چل رہا ہے وہ اس کا مقبول بندہ ہے ستارہ پرست نہیں۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ایک مسلمان کو اپنے رب سے اپنی ساری ضرورتیں مانگنی چاہییں۔ یہاں تک کہ نمک بھی اس سے مانگے اور جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔ (ترمذی شریف)

(۳) مسند احمد میں حدیث ہے

عَنۡ مُعَاذِ بۡنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ قَالَ لِيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ شَيۡئًا وَ اِنۡ قُتِلۡتَ وَ حُرِّقۡتَ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی چیز کو شریک نہ کرو خواہ مجھے مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔

یعنی اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ تسلیم کرو اور اس بات کی پروا نہ کرو کہ کوئی جن یا شیطان تجھے ستائے گا۔

(۴) بخاری و مسلم میں حدیث ہے:

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْد رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجل یَا رَسُوْل اللہ ﷺ ای الذَنب اکبَرُ عِنْدَاللہ قَالَ اَنْ تَدْعُو لِلّٰہ نِدًا وَ ھُو خَلَقَكَ

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کہ تو کسی کو اللہ جیسا سمجھ کر پکارے۔ حالاں کہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

یعنی جس طرح اللہ کو حاظر ناظر سمجھا جاتا ہے اور کائنات کا تصرف اسی کے قبضہ میں بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کو اسی صفت سے متصف مان کر پکارنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

صراطِ مستقیم

عَنْ اِبْنِ عَبَاس رضی اللہ عنہ قَالَ کُنْت خلف رَسُول اللہ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَام احفظ اللہ یُحَفَظك احفَظْ. اللہ

تَجِدہ تجاھك و اذا سَالت فَاسَال الله وَ اِذَا استعنتَ فَاسْتَعِذْ بِاللہ وَ اعْلم ان الامۃ لَو اجتَمعت عَلٰی اَنْ یَنفَعُوك بِشَیْء لَمْ یَنْفَعُوك الَا بِشَیْ لَمْ یَضرُوك الَا بِشَیٔ قَدْ کَتَبَہ الله عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاقلَام وَ جفت الصحف (اخرج الترمذی)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا آپ نے فرمایا کہ اے بچے اللہ کو یاد رکھ۔ اللہ تجھے یاد رکھے گا۔

اللہ کو یاد رکھ اس کو اپنے سامنے دیکھ لے گا اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کر اور جب مدد مانگے تو اللہ ہی سے مانگ یقین مان کہ اگر تمام لوگ تجھے نفع پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی قدر نفع پہنچائیں گے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ اور اگر سب مل کر نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی قدر نقصان پہنچا سکیں گے جو تیرے لیے لکھا ہوا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں۔ (ترمذی شریف)

خلاصہ یہ ہے کہ: ہر انسان کا فرض ہے کہ اللہ ہی کو پکارے۔ اسی کو اپنا مالک اور حمایتی سمجھے جس کو چاہے گا اپنے حکم سے تمہارا شفیع بنا دے گا۔ اسی کو اپنی حمایت کے لیے پکارو۔ اللہ تعالیٰ شہنشاہِ حقیقی ہے۔ اس تک پہنچنے میں کسی کی وکالت کی ضرورت نہیں۔ وہ تو فرداً فرداً ہر ایک کا خیال رکھتا ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔

عبادت کی تعریف

عبات ان کاموں کو کہا جاتا ہے جو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے مقرر فرما کر بندوں کو سکھائے ہیں۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے کون کون سے کام بتائے ہیں۔ تا کہ غیر اللہ کے لیے وہ کام نہ کیے جائیں اور شرک سے بچا جائے۔

کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدَكُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ كُلُّكُم عِبَادُاللهِ وَ كُلُّ نِسَاءِ كُمْ اَمَاءَ اللهِ وَ لَا يَقُلْ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ مَوْلَائِیْ فَاِنَّ مَوْلَاكُمْ اللهُ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی عبدی و امتی (میرا بندہ، میری بندی) نہ کہے تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری ساری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔ غلام اپنے سید کو اپنا مالک نہ کہے کیوں کہ تم سب کا مالک اللہ ہے۔

☆☆☆☆

سبق نمبر23

بتاریخ	بروز	بمقام
29اگست2002ء19جمادی الثانیہ1423ھ	جمعرات	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ(۵) صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ

بتلا دیجیے ہم کو راستہ سیدھا، راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔

فائدہ: مراد دین کا راستہ ہے۔

صراط کا معنیٰ

حافظ ابنِ قیّم فرماتے ہیں:

صراط، اصل میں اس راستہ کو کہتے ہیں جو (۱) مستقیم یعنی سیدھا ہو، (۲) موصل الی المقصود ہو یعنی مقصد تک پہنچانے والا ہو، (۳) سب سے زیادہ قریب اور نزدیک ہو، (۴) وسیع اور کشادہ ہو اور (۵) مقصد تک پہنچنے کے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ ہو۔ جس راستہ میں یہ پانچوں باتیں پائی جائیں اس کو صراط کہتے ہیں۔ (گلدستہ تفاسیر ج ۱)

حدیث نبوی ﷺ: مسند احمد میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی "صراط مستقیم" کی کہ اس کے دونوں طرف دو دیواروں پر پردے لٹک رہے ہیں۔"

صراطِ مستقیم کے دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہے جو کہتا ہے کہ: اے لوگو! تم سب کے سب اسی سیدھے راستہ پر چلے جاؤ، ٹیڑھے ترچھے اِدھر اُدھر کے راستوں پر نہ چلو۔

ایک پکارنے والا اس راستے کے اوپر ہے۔ جب کوئی شخص اُن دروازوں میں سے کسی دروازہ کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے خبر دار! اسے نہ کھولنا۔ اگر اس دروازہ کو کھولا تو اسی راستہ پر چل پڑے گا اور صراط مستقیم سے ہٹ جائے گا۔

پس صراط مستقیم تو اسلام ہے۔ اور دیواریں اللہ کی حدود ہیں۔ اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ اور دروازے پر پکارنے والا قرآن کریم ہے۔

اور راستے کے اوپر سے پکارنے والا وہ کھٹکا ہے جو ہر ایماندار کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور واعظ ہوتا ہے۔"

یہ حدیث ابنِ ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہیں۔ (تفسیر ابنِ کثیر ج۱، سورہ فاتحہ)

صراط مستقیم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے

(۲) ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس سے مراد نبی ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے دونوں خلفاء (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) ہیں۔ ابو العالیہ اس قول کی تصدیق اور تحسین کرتے ہیں۔

(۳) علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دراصل یہ سب اقوال صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے مِلے جُلے ہیں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں خلیفوں صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کا تابعدار حق کا تابع ہے اور حق کا تابع اسلام کا تابع، قرآن کا مطیع ہے۔ اور قرآن، اللہ کی کتاب اُس کی طرف مضبوط رسی اور اُس کی سیدھی راہ ہے۔[1]

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے الفاظ سے جو دعا کی گئی تھی، صراط مستقیم کی نشاندہی کرتے ہوئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

صراط مستقیم کی نشاندہی

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ
اور یہ کہ یہ دین میرا رستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو

1 تفسیر ابنِ کثیر ج ۱، تفسیر سورہ فاتحہ

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ
اور دوسری راہوں پر مت چلو وہ راہیں تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورہ انعام آیت ۱۵۳)
اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔

آیت کی تفسیر حدیث نبوی ﷺ

صاحب تفسیر مدارک لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ ہدایت کا راستہ اور صراط مستقیم ہے، اس پر چلو۔ پھر اس سیدھی لکیر کے دونوں جانب چھ چھ لکیریں اِدھر اُدھر جانے والی کھینچیں۔ پھر فرمایا یہ متعدد راہیں ہیں ان سے ہر ایک پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ لہٰذا ان راستوں سے دور رہو۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک پر چھ چھ راستے بن جاتے ہیں اور مجموعہ ۷۲ ہو جاتا ہے۔

دوسرے کئی مفسرین نے بھی اپنی تفاسیر میں یہی لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لکیریں کھینچتے وقت اس آیت کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک راستہ اور متعدد راستوں سے یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ کی امت (۷۳) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ جن میں سے بہتر (۷۲)

خادم اہلسنت عبدالوحید

ہلاک اور تباہ ہوں گے اور ایک نجات پائے گا۔[1]

مختلف فرقوں کا بننا بطور آزمائش ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ[2]

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر جو دین اس نے تم کو دیا ہے، اس میں وہ تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ سو نیک کاموں میں جلدی کرو۔ تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے وہ تم کو بتا دے گا۔

اختلاف امت میں نجات یافتہ کون ہوں گے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[3]

---

[1] اتباع سنت ص ۱۳۰۔ بحوالہ احکام القرآن علامہ جیون ص ۴۷۲

[2] سورہ المائدہ آیت ۴۸۔ پ ۶ رکوع ۱۱

[3] پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۳

آج مایوس ہو گئے ہیں کافر لوگ تمہارے دین سے۔ پس تم ان سے مت ڈرو، تم مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت پوری کر دی اور راضی ہو گیا میں تمہارے لیے اسلام کے دین پر۔

فائدہ: یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے! یعنی اللہ تعالیٰ نزول قرآن کے وقت تکمیل دین کرتے ہوئے براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرماتے ہیں کہ: "آج تمہارے "دین" سے کافر مایوس ہو گئے۔ "دین" تو اللہ کا ہے لیکن "تکمیل دین" کے موقع پر "دین" کی نسبت اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کر دی اور فرمایا: تمہارے دین سے آج کافر مایوس ہو گئے۔ گویا ایک تو جماعت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور دوسری طرف ایک جماعت، کافروں کی ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ اس طرح دو ہی دھڑے ہیں۔

اہل السنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مع اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "جماعت" ہیں، درجہ جدا جدا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سب کو فرما رہے ہیں مِنۡ دِيۡنِكُمۡ (تمہارے دین سے) آج کافر مایوس ہو گئے۔ اب قیامت تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دین کی نسبت کر دی کہ جو "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم" کے دین سے مایوس ہو گا وہ کافر ہو گا۔ اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِس دین سے وابستہ ہو گا۔ دینِ اسلام کا پیرو

شمار ہو گا۔ اور ہدایت کے راستہ پر وہی ہو گا۔ یہ انعام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حجۃ الوداع کے موقع پر دیا گیا۔ کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، حج کی سعادت حاصل کرتے ہوئے یہ خوش خبری اور بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہے تھے اور انعامِ الٰہی کا تمغہ حاصل کر رہے تھے۔

نجات پانے والی جماعت (جنتی فرقہ)

اگرچہ فرقہ ناجیہ مبہم ہے اور ہر تاویل کنندہ اپنے زعم کے مطابق اس کی کوئی تاویل کر سکتا ہے۔ لیکن سچی اور تحقیقی بات یہی ہے کہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا فرقہ) وہی ہے جو اہل السنت و الجماعت کے طریق پر ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی پیروی کرتا ہو۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجیہ کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

(۱) مَنْ كَانَ عَلَى السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ، جو سنت اور جماعت کے طریق پر ہو۔

(۲) ایک روایت میں ہے: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِي (ترمذی شریف)
جس طریق پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔[1]

☆☆☆☆

---

[1] تفسیر احکام القرآن ج ۱ ص ۳۳-۳۴۔ مصنفہ علامہ جیون رحمۃ اللہ علیہ

سبق نمبر 24

بمقام	بروز	بتاریخ
ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی	ہفتہ	31 اگست 2002ء 21 جمادی الثانیہ 1423ھ

سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا اور دعا کا جو طریقہ بتلایا تھا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

بتلا دیجیے ہم کو رستہ سیدھا، رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔

اس آیت میں جس راستہ کو سیدھا فرمایا گیا وہ ان لوگوں کا ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ اور تکمیل دین کے موقع پر اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے مصداق حضرات میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ

آج تمہارے دین سے کافر مایوس ہو گئے۔

پھر فرمایا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورہ مائدہ آیت ۳)

آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ اور میں

خادم اہلسنت عبدالوحید

نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا۔ اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکمیل دین کی خوش خبری

یہ آیتِ تکمیل دین ہے، یہ خوش خبری اور بشارت ہے، یہ دلیل ہے اہل السنت والجماعت کی کہ جو دین ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رکھا جس کی آگے تبلیغ کی، وہ دین اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آج تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ دین اصلی وہ ہے جس کی تکمیل کی بشارت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی گئی، جو قیامت تک رہے گا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مان لو تو "اللہ کا دین تم نے مان لیا۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ مانا تو اللہ کا دین جو ہے اس کا تم نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بشارت دے رہے ہیں کہ "تمہارے لیے میں نے اپنا دین مکمل کر دیا۔"

دین بھی کامل اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی کامل

فرمایا: اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔

اس سے ثابت ہوا کہ تم بھی کامل ہو گئے۔

میں نے اپنی نعمت پوری کر دی کا کیا معنیٰ ہے؟

دین بھی کامل اور دین والے بھی کامل۔

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ نبوت کے بعد جتنے کمالات ہیں، درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرمادیے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکمیل نعمت پر تین بشارتیں

یہ تین بشارتیں اور خوش خبریاں ہیں جو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی ہیں۔ اس لیے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر صحابی کی موت کامل ایمان پر آئی۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔

فائدہ: مراد دین کا انعام ہے ان انعام والوں کا پتہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی بتلا دیا ہے کہ وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ لیکن ان کے راستے کی رفاقت ان کو نصیب ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔ وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورہ النساء(۴)، آیت ۶۹)

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان

حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات جن کے رفیق ہوں بہت اچھے رفیق ہیں۔

انعام یافتہ لوگ

یہ انعام یافتہ لوگ جن پر انعام کیا گیا وہ چار ہیں:

(۱) نبیّین (۲) صدیقین (۳) شہدا (۴) صالحین

وعدہ فضلِ عظیم بر اطاعت اللہ ورسول ﷺ

اس آیت مبارکہ میں وعدہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، یعنی اللہ ورسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی (جنت میں) ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے کامل انعام (دین وقرب وقبولیت کا) فرمایا ہے۔

- یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین (جو کہ انبیاء کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں) کمال باطنی بھی ہوتا ہے جن کو عرف میں اولیاء کہا جاتا ہے۔
- اور شہداء (جنہوں نے دین کی صحبت میں اپنی جان تک دے دی)
- اور صلحاء جو شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثل جو ایمان لایا وہ ہدایت پر ہے

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا [1]

اگر دوسرے لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم (صحابہ رضی اللہ عنہم) ایمان لائے تو وہ ہدایت پا گئے۔

فائدہ: اس آیت نے واضح کر دیا کہ انعمت علیہم کے مصداق حضرات میں انبیاء کرام کے بعد صدیقین، شہداء اور صلحاء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اولیں درجہ حاصل ہے کہ دوسرے لوگ اس طرح ایمان لائیں گے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو وہ لوگ ہدایت کے راستہ پر چلنے والے شمار ہوں گے۔

اللہ نے صراط مستقیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [2]

کہہ دو کہ مجھے میرے رب نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراطِ مستقیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دکھا دیا۔

حدیث:

اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ [1]

---

[1] پ ۱، سورہ بقرہ آیت ۱۳۷

[2] سورہ انعام آیت ۱۶۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔[1]

جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیرو صراط مستقیم پر ہوں گے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ النُّجُوْمِ بِاَیِّھَا اَخَذْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ وَ اِخْتِلَافُ اَصْحَابِیْ لَکُمْ رَحْمَۃٌ

سوائے اس کے نہیں ہے، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال تم میں ستاروں کی مثال ہے تم جس کی بھی راہ پکڑ لو گے ہدایت پا جاؤ گے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔[2]

دین کے راستہ سے جدا ہونے والے گمراہ لوگ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے راستہ سے جدا ہونے والوں کے بارے میں قرآن میں اعلان کر دیا کہ ان لوگوں سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی تعلق نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَ کَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا

---

[1] رواہ زرین مشکوٰۃ شریف حدیث ۵۷۶۲۔

[2] مسند اہل بیت ص ۷۴۹۔ مؤلفہ محمد بن محمد الباقری علیہ السلام رواہ صدوق فی معانی الاخبار۔

يَفْعَلُوْنَ (پ۸، رکوع ۷، سورہ انعام آیت ۱۵۹)

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ پس ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا بتلا دیں گے۔

فائدہ:

(۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

در منثور میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان گروہوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہونا منقول ہے۔

(۲) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اہل بدعات مراد ہونا بھی منقول ہے۔

(۳) تفسیر خازن میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جمیع مشرکین اس اعتبار سے کہ بعضے بت پرست ہیں اور بعض ستارہ پرست ہیں وغیرہ وغیرہ ہونا بھی منقول ہے۔

لفظ ''**فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ**'' (جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا) سب کو شامل ہو سکتا ہے۔ اس لیے عام مراد لینا انسب ہے۔ البتہ مراتب وعید کے متفاوت ہوں گے۔ یعنی کفار کو عذاب مخلد ہو گا۔ اور مبتدعین

کو بوجہ وجود ایمان کے، بعد سزائے عقائد فاسدہ کے، نجات ہوگی۔

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجی ہے، باقی سب ناری ہیں۔ مراد اس سے خلود و عدم خلود نہیں ہے، کیوں کہ کسی مومن کو خلود نہ ہوگا اور نہ مطلق دخول و عدم دخول مراد ہے۔ کیوں کہ بعض اہل سنت کو بھی معاصی سے دخول ہوگا۔ بلکہ مراد دخول الفساد العقائد بلا خلود ہے۔

اور یہ خاص ہے اہل بدعت کے ساتھ، بخلاف اہل حق کے کہ ان کو دخول فساد اعمال سے ہوگا، فساد عقائد سے نہ ہوگا۔ اور بخلاف کفار کے کہ ان کو خلود ہوگا، خوب سمجھ لو۔ اور مرادِ میری دخول سے استحقاقِ دخول ہے۔

کیوں کہ ممکن ہے کہ مثل دیگر معاصی کے فساد عقیدہ بھی جو کفر تک نہ پہنچا ہو، بلا تعذیب معاف ہو جائے۔ جیسا بعد تعذیب معاف ہوگا۔

فَرَّقُوا کی تفسیر کے متعلق جاننا چاہیے کہ جب بعض امور حقہ کا ترک جائز نہیں تو جمیع کا تو بدرجۂ اولیٰ مذموم ہوگا۔ پس یہ شبہ نہ رہا کہ فَرَّقُوْا سے تو ان پر ہی وعید ہے جنہوں نے بعض حق کو ترک کر دیا، اور تارک کل پر فَرَّقُوْا صادق نہیں آتا۔[1]

---

[1] بیان القرآن، تفسیر سورہ الانعام آیت ۱۶۰۔ از مولانا اشرف علی تھانوی

صراط مستقیم پر وہی ہیں جو سُنّت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ پر ہیں

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۴۵۰ھ المتوفیٰ ۵۰۵ھ) اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں اور اس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں:

وَلَا يَعْلَمُ تَفْصِيلَ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاِقْتِدَاءِ بِالْفِرْقَةِ النَاجِيَه وَ هُمُ الصَحَابَةَ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامَ لَمَّا قَالَ النَّاجِيَ مِنْهَا وَاحِدَةٌ قَالُو يَا رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَمَنْ هُمْ، قَالَ اَهْلُ السُنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ فَقِيْلَ وَمَنْ اَهْلُ السُنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِي[1]

ترجمہ: اور اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتی۔ اور وہ فرقہ ناجیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تہتر فرقوں کی پیشگوئی میں) فرمایا کہ ان میں سے نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہو گا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اہل السنت و الجماعت ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اہلِ السنت و الجماعت کون ہیں؟ تو فرمایا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہیں۔

---

[1] احیاء العلوم، ج ثالث، باب ورع و تقویٰ

سبق نمبر25

بتاریخ	بروز	بمقام
یکم ستمبر2002ء22جمادی الثانیہ1423ھ	اتوار	ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

نہ راستہ اُن لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ اُن لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے۔

فائدہ: راہ ہدایت چھوڑنے کی دو وجوہات ہوا کرتی ہیں، ایک تو یہ کہ اس کی پوری تحقیقات نہ کرے ’’ضَالِّیْن‘‘ سے مراد ایسے لوگ ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ باوجود تحقیقات کے اُس پر عمل نہ کرے، ’’مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ‘‘ سے مراد ایسے لوگ ہیں۔

کیوں کہ جان بوجھ کر خلاف کرنے میں زیادہ ناراضی ہوا کرتی ہے۔

جن جن پر اللہ کا غضب ہوا

اُن کا قرآن مجید میں جا بجا ذکر آیا ہے۔

(ا) مسلمان کو عمداً قتل کرنے والا بھی غضب الٰہی میں آجاتا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا [1]

---

[1] پ۵، رکوع ۱۰، النساء، آیت ۹۳

جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اُس کی سزا دوزخ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب ناک ہو گا۔ اور اس پر لعنت کرے گا، اور ایسے شخص کے لیے اس نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا، شیطان کی پرستش کرنے والوں پر غضب

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (پ۶، رکوع ۱۲۔ المائدہ آیت ۶۰)

کہو! کہ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے ہاں اس سے بھی بدتر جزا پانے والے کون ہیں؟ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، اور جن پر وہ غضب ناک ہوا اور جن کو اُن میں سے بندر اور سُور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی پرستش کی ایسے لوگوں کا بُرا ٹھکانہ ہے اور وہ سیدھے راستے سے بہت دور ہیں۔

(۳) منافق اور مشرک مرد و عورت پر اللہ کا غضب

وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ

جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِيۡرًا[1]

اور تا کہ اللہ تعالیٰ، منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں۔ اُن پر بُرا وقت پڑنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن پر غضب ناک ہو گا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا، اور ان کے لیے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے، جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

(۴) جن پر اللہ کا غضب ہوا، اُن سے دوستی منافقین رکھتے ہیں

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ؕ مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَ لَا مِنۡهُمۡ ۙ وَ يَحۡلِفُوۡنَ عَلَى الۡكَذِبِ وَ هُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ (پ۲۸، رکوع۳، سورہ المجادلہ آیت ۱۴)

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں، جن پر اللہ نے غضب کیا ہے۔ یہ لوگ نہ تو تم میں سے ہیں اور نہ ان ہم میں سے ہیں اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔

فائدہ: پہلے لوگوں سے مراد منافقین ہیں، اور دوسرے لوگوں سے مراد یہود و جمیع کفار مجاہیرین، اور منافقین چوں کہ یہودی تھے اس لیے

[1] سورہ فتح آیت ۶

اُن کی دوستی یہود سے اور اسی طرح کفار سے بھی مشہور اور معلوم ہے۔ اور یہ منافق لوگ نہ تو (پورے پورے) تم میں ہیں اور نہ (پورے پورے) اُن میں ہیں بلکہ ظاہر میں تو تم سے ملے ہوئے ہیں اور باطناً و عقیدتاً کفار کے ساتھ ہیں۔ الخ (بیان القرآن، سورہ المجادلہ، آیت ۱۴)

(۵) کفار پر اللہ کا غضب ہے، ان سے دوستی کی ممانعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو، جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے۔ (سورہ الممتحنہ، آیت ۱۳)

ضَآلِّيْن "جو صراطِ مستقیم سے گم ہو گئے"

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللہ تعالیٰ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَ يَدُ اللہِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ میری اُمّت کو یا فرمایا اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضلالت پر جمع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جماعتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جدا ہوا، وہ آگ میں گرے گا۔[1]

---

1 صحیح جامع الصغیر البانی، ج ۱، حدیث ۱۸۴۸۔ ترمذی شریف۔ مشکوٰۃ شریف

ضالین کے فتنہ سے بچنے کے لیے تاکیدی حکم

تَرَکْتُ فِیْکُمْ شَیْئَینِ لَنْ تُضِلُّوا بَعْدَھُمَا کتابُ اللہ و سُنَّتِیْ وَلَنْ یَتَفرقَا حَتّٰی یَردعَلٰی الْحَوْض۔[1]

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اِن کو تھامنے کے بعد ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ ہے، اور دوسری میری سنت ہے اور یہ دونوں چیزیں باہم جدا بھی نہیں ہو سکتیں، حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گی۔

میری امت ضلالت پر اجماع نہیں کرے گی

وَ قال رسول اللہ ﷺ لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْن عَلَی الْحَقِّ اِلٰی یَوْمِ القِیَامَۃِ و قال علیہ السلام لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَیْ الضَّلَالَۃِ[2]

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت میں ایک طائفہ ہمیشہ حق پر قیامت تک رہے گا۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ اکٹھی ہو گی میری امت گمراہی پر۔

قیامت کے دن اہل بدعۃ والضلالۃ کے چہرے سیاہ ہوں گے

عَنْ اِبْنِ عَبَاسٍ تبیضُّ وُجُوہِ اَھْلُ السُّنَّۃ وَ الْجَمَاعَۃ وَ

---

1 کنز العمال حدیث ۸۷۴۔ عن ابی ہریرہ۔

2 کتاب الملل والنحل جزاول طبع بیروف بیروت ص ۴ مصنفہ علامہ عبد الکریم شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ

تَسْوَدُّ وُجُوهُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَ الضَّلَالَةِ (تفسیر در منثور ج۲، ص ۶۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آیت ''يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ'' کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے چہرے قیامت کے دن سفید ہوں گے اور اہل بدعت وضلالت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اہل السنّت والجماعت، صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا:

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے ایک فرقہ نجات پانے والا ہو گا اور باقی ہلاک ہونے والے ہیں۔

وَ اَخْبَرَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَةً النَّاجِیَةُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ وَ الْبَاقِیَةُ هَلْکٰی قِیْلَ وَ مَنِ النَّاجِیَةُ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ قِیْلَ وَ مَا اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا اَنَا عَلَیْهِ اَلْیَوْمَ وَ اَصْحَابِیْ۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میری اُمت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے صرف ایک نجات پائے گا اور باقی سب ہلاک ہونے والے ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ نجات

[1] مجربات غزالی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ اردو طب جسمانی وروحانی فصل سوم ص ۳۴۱

خادم اہلسنّت عبد الوحید حنفی

پانے والا فرقہ کون سا ہو گا؟ تو فرمایا: اہل السنت و الجماعت، عرض کیا گیا کہ اہل السنت والجماعت کون ہوں گے۔ تو فرمایا جس طریقہ پر آج میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم، اس طریقہ پر چلنے والے جو ہوں گے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے والے سُنت و صحابہ کے رستہ پر چلیں گے

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ۷۳ فرقوں میں نجات پانے والے اہل السنت والجماعت ہوں گے اور اہل السنت والجماعت وہ ہوں گے جو سُنّت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چلیں گے جیسا کہ ایک مرفوع حدیث میں اس کی صراحت ہے۔

عبدالوحید

علامہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ شہرستانی (المتوفیٰ ۵۴۸ھ) حدیث روایت کرتے ہیں:

وَ اَخۡبَرَنِي سَتَفۡتَرِقُ اُمَّتِيۡ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّ سَبۡعِيۡنَ فِرۡقَةً اَلنَّاجِيَةُ مِنۡهَا وَاحِدَةٌ وَ الۡبَاقُوۡنَ هَلۡكٰى. قِيۡلَ وَ مَنِ النَّاجِيَةُ قَالَ اَهۡلُ السُّنَّةِ وَ الۡجَمَاعَةُ قِيۡلَ وَ مَنۡ السُّنَّةِ وَ الۡجَمَاعَةِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيۡهِ وَ اَصۡحَابِيۡ[1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عن قریب میری امت میں تہتر فرقے بنیں گے کہ ان میں سے نجات پانے والا ایک ہی ہو گا اور باقی ہلاک ہوں گے۔

---

[1] کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۹ مطبوعہ بیروت

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ نجات پانے والا فرقہ کون ہو گا؟ تو ارشاد فرمایا: اہل السنت و الجماعت، پھر دریافت کیا گیا کہ السنت والجماعت کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا جو لوگ اس طریقہ پر ہوں جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں۔

جن لوگوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ساتھ دیا وہ آج تک اہل السنت والجماعت ہیں

مصعب بن عبد اللہ بن الزبیری اپنے باپ عبد اللہ بن مصعب کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک دن ہارون الرشید (بادشاہ المولود ۱۵۵ھ۔ المتوفیٰ ۱۹۳ھ) نے مجھ سے پوچھا کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا، ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جناب والا! ایک جماعت نے اُن پر اعتراض کیا اور ایک جماعت نے ان کا ساتھ دیا۔ جن لوگوں نے اُن پر اعتراض کیا وہ اُن کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور انہیں میں شیعہ، اہلِ بدعت اور خارجی ہیں۔ اور جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، وہ آج تک اہل السنت والجماعت ہیں۔"

ہارون الرشید کہنے لگے کہ اس جواب کے بعد اب مجھے آئندہ کبھی اس معاملہ پر استفسار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔[1]

---

[1] تاریخ طبری، ج۸، ص ۱۲۱۔

سبق نمبر 26

اللہ جانتا ہے جو صراط مستقیم پر چلتے ہیں

وَ اِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ یَّضِلُّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۚ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ [1]

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں۔ اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے، جو اس کی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے، وہ ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔

یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّہۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ وَ مَنۡ یُّرِدۡ اَنۡ یُّضِلَّہٗ یَجۡعَلۡ صَدۡرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ کَذٰلِکَ یَجۡعَلُ اللّٰہُ الرِّجۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ وَ ہٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسۡتَقِیۡمًا ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا

---

[1] سورہ انعام، آیت ۱۱۶،۱۱۷

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ [1]

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ رستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتے ہیں۔ اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں۔ جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والے پر پھٹکار ڈالتا ہے۔ یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے۔ ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔

مہاجرین رضی اللہ عنہم وانصار رضی اللہ عنہم سچے مومن ہیں

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ [2]

اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی، یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ

[1] پ۸، رکوع ۲، سورہ انعام آیت ۱۲۵، ۱۲۶۔
[2] سورہ انفال، آیت ۷۴۔

فَاُولٰٓئِكَ مِنۡكُمۡ[1]

اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور انہوں نے تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا سو یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں۔

نبی ﷺ کے لیے اللہ اور اتباع کرنے والے مومنین

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسۡبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ[2]

اے نبی ﷺ آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے، وہ کافی ہیں۔

حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ کو چھوڑنے پر جہنم ہے

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا[3]

جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس پر امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہو گیا۔ تو ہم اُس کو جو کچھ وہ کرتا ہے، کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بری جگہ ہے پھرنے کی۔

---

[1] سورہ انفال، آیت ۷۵۔

[2] پ ۱۰، رکوع ۴، آیت ۶۴۔

[3] پ ۵، رکوع ۱۴، سورہ النساء آیت ۱۱۵

يُشَاقِق کا معنیٰ "دشمنی کرے یا مخالفت کرے"۔ اس کا مصدر مُشَاقَة ہے جو اَلشِّقّ سے بنا ہے۔ اَلشَّقُّ کے معنیٰ ہیں، جانب اور پہلو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جس جانب رسول اللہ ﷺ ہیں، اس کے خلاف جانب میں چلے، یا رسول اللہ ﷺ کا راستہ چھوڑ کر اپنا الگ راستہ بنائے۔

سَبِیْلِ الْمؤمنین کا معنیٰ "مومنین کا راستہ"۔ نزول قرآن کے وقت سب کے سب مومنین "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم" تھے۔

غَیر سبیل المؤمنین کا معنیٰ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہو گیا۔

نُوَلِّہٖ کا معنیٰ "ہم اس کو چلنے دیں گے۔" اس کا مصدر تولیت ہے جس کے معنیٰ ہیں والی بنانا، حاکم بنانا اور کوئی چیز کسی کے قبضے میں دے دینا۔ یہاں اختیار دینے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ تَوَلّٰی بھی اسی مصدر سے بنا ہے یعنی جو اس نے اختیار کیا، یا جس راہ پر چلا۔

وَنُصْلِہٖ جَھَنَّم کا معنیٰ ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

فائدہ: اِس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "مومنین" قرار دیا گیا ہے اور ان کے راستہ کو چھوڑنے والوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا ہوا اور جہنم میں داخل ہونے والوں میں شمار کیا گیا ہے۔ "سبیل المومنین" صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ کو چھوڑنے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

سبق نمبر 27

صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ پر چلنے میں جنت کی بشارت

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (توبہ، آیت ۱۰۰)

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں۔ اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں۔ اللہ اُن سب سے راضی ہوا اور وہ سب اُس سے راضی ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن سب کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

فائدہ: مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَار

میں سب مہاجرین و انصار آ گئے۔

وَالَّذِين اتَّبَعوهم ”اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو

ہیں۔" اس میں بقیہ مومنین، جن میں اوّل درجہ تو ان کا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، گو مہاجرین رضی اللہ عنہم و انصار رضی اللہ عنہم نہیں۔ وہ مراد ہیں کیوں کہ آخیر میں ہجرت فرض نہ رہی تھی۔ مسلمان ہو کر اپنے گھر رہنے کی اجازت تھی۔ دوسرا درجہ تابعین بالمعنیٰ الاصطلاحی کا ہے پھر غیر صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ قیامت تک آنے والے مومنین مراد ہیں"۔

اللہ نے جمیع صحابہ کے لیے جنت اور اپنی رضا واجب کر دی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اصحاب کے لیے جنت اور اپنی رضا واجب کر دی ہے۔ آیت میں سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَار کے بارے میں احسان کی شرط بھی نہیں رکھی کہ ان کا مہاجر اور ناصر ہونا، وجود احسان کی کافی دلیل ہے۔

تابعین کے لیے احسان کی شرط لگائی ہے کہ وہ انتہائی عمدگی اور احسان کے ساتھ ان کی اتباع اور پیروی کریں تو اللہ کی رضا اور جنت پائیں گے۔

(۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے مومنین کا ذکر کیا ہے:

(۱) **مہاجرین** جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ترک وطن کیا۔

(۲) **انصار** یعنی مددگار۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی دین میں نصرت فرمائی ہے۔

وہ مومنین جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے

فتح مکہ تک ایمان لانے والوں کے بارے میں فرمایا ہے:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ[1]

اور تم میں سے جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اپنا مال راہ خدا میں) خرچ کیا۔ اور (کافروں سے) لڑے ان کے برابر نہیں ہو سکتے جن میں یہ وصف موجود نہیں۔ وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں۔ جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور اللہ نے ان سے بھلائی (جنت) کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں:

وہ لوگ مراد ہیں جو فتح مکہ سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے یعنی وہ اسلام لائے، یعنی جس نے ہجرت کی وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہے، جنہوں نے ہجرت نہیں کی۔

[1] سورہ الحدید، آیت ۱۰۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

الحسنیٰ سے مراد جنت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔[1]

(۳)**تابعین** وہ مومنین جو مہاجرین رضی اللہ عنہم وانصار رضی اللہ عنہم میں شامل نہیں اور بعد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر ایمان لانے والے ہیں، مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخلصانہ طور پر پیروی کرنے والے ہیں۔

ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک کے مومنین اس آیت کے مصداق بنتے ہیں جو مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی خلوص و نیکی سے اتباع کرنے والے ہیں۔ ان سب سے اللہ راضی ہے اور وہ بھی اللہ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

☆☆☆☆

[1] تفسیر در منثور ج ۲، ص ۴۶۲ زیر آیت ۱۰ سورہ الحدید

سورت فاتحہ فضائل ومسائل

قرآن اللہ کی کتاب ہے، اُس کی طرف سے مضبوط رسّی ہے اور اُس کی سیدھی راہ ہے۔ پھر صراط مستقیم کی تفسیر میں یہ تمام اقوال صحیح ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ فالحمد للہ

(۱) امام ابو جعفر ابنِ جریر طبری کا فیصلہ ہے کہ میرے نزدیک اس آیت کی تفسیر میں سب سے اولیٰ یہ ہے کہ ہم توفیق دیے جائیں اس چیز کی جو اللہ کی مرضی کی چیز ہو اور جس پر چلنے کی وجہ سے اللہ اپنے بندوں سے راضی ہوا اور اُن پر انعام کیا ہے۔ صراطِ مستقیم یہی ہے۔

اس لیے کہ جو شخص اس چیز کی توفیق دیا گیا، جس کی توفیق اللہ کے نیک بندوں کو تھی، جن پر اللہ کا انعام ہوا تھا اور جو نبی ﷺ اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ تھے، جن کو اسلام کی اور رسولوں کی تصدیق کی اور کتاب اللہ کو مضبوط تھام رکھنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے کی اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے چاروں خلفاء اور تمام نیک بندوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق دی گئی ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔[1]

---

1 تفسیر ابنِ کثیر سورہ فاتحہ از علامہ ابنِ کثیر دمشقی رحمہ اللہ

(۲) یہ مبارک سورت نہایت کارآمد مضامین کا مجموعہ ہے۔ الحمدللہ اہلِ بدعت کے لیے قرآنِ پاک میں صحیح دلیل نہیں۔ قرآن کریم تو حق وباطل، ہدایت وضلالت میں فرق کرنے آیا ہے۔ اس میں تناقض اور اختلاف نہیں ہے۔ یہ تو حکیم وحمید اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

سبق نمبر28

سورہ فاتحہ کو ختم کر کے آمین کہنا مستحب ہے

آمین کے معنیٰ یہ ہیں کہ: اے اللہ تو قبول فرما۔

آمین کہنے کے مستحب ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، میں نے سُنا رسول اللہ ﷺ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ کہہ کر آمین کہتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔

- مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں۔ اور ایک آمین دوسرے کی آمین سے موافقت کر جاتی ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

- **مقتدی باآواز بلند نہ کہیں**

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ اور ایک روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ اس لیے کہ نماز کے اور اذکار کی طرح یہ آمین بھی ایک ذکر ہے۔ تو جس طرح دوسرے اذکار نماز میں بلند آواز سے نہیں پڑھے جاتے، اسی طرح آمین بھی بلند آواز سے نہ

کہا جائے۔[1]

آمین کے کیا معنیٰ ہیں

- صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب امام وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو، اللہ قبول فرمائے گا۔
- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آمین کے کیا معنیٰ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تم کر دو۔

اکثر علماء یہ فرماتے ہیں کہ آمین کے معنیٰ ہیں: اے اللہ ہماری دعا کو قبول فرماؤ۔

- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں آمین کہنی اور دعا پر آمین کہنی اللہ کی طرف سے مجھے عطا کی گئی ہے۔ جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی۔ ہاں اتنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خاص دعا پر حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ تم اپنی دعاؤں کو آمین پر ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے حق میں قبول فرمایا کرے گا۔ (تفسیر ابنِ کثیر)

---

[1] تفسیر ابنِ کثیر سورہ فاتحہ

• حدیثِ انس رضی اللہ عنہ کو پیشِ نظر رکھ کر قرآن کریم کے ان الفاظ کو دیکھتے ہیں جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

رَبَّنَا اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ ۔۔۔ الخ (سورہ یونس آیت ۸۸)

یعنی اے ہمارے رب تو نے فرعون اور فرعونیوں کو دنیا کی زینت اور مال و دنیا کی زندگانی میں عطا فرمایا ہے۔...... الخ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دُعا کی قبولیت کا اعلان ان الفاظ میں ہوتا ہے:

قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا ۔۔۔ الخ (سورہ یونس آیت ۸۹)

یعنی تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ تم مضبوط رہو اور بے علموں کی راہ نہ جاؤ۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

دُعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام صرف آمین کہتے تھے لیکن قرآن نے دُعا کی نسبت دونوں کی طرف کی ہے۔

اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص کسی کی دُعا پر آمین کہے اُس نے گویا خود دُعا کی۔

اب اس استدلال کو سامنے رکھ کر پھر وہ قیاس کرتے ہیں کہ مقتدی قرأت نہ کرے اس لیے کہ اس کا فاتحہ پر آمین کہنا قائم مقام پڑھنے کے ہے اور اس حدیث کو بھی دلیل میں لاتے ہیں کہ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

ان احادیث سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے فاتحہ نہ پڑھنے کا حکم

ثابت ہوتا ہے۔

فضیلت تلاوت سورہ فاتحہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور پھر فاتحہ الکتاب پڑھی اور پھر آمین کہی تو آسمان میں ہر مقرب فرشتہ اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔[1]

امام ابو عبید نے فضائل میں الحسن سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے فاتحہ الکتاب پڑھی گویا اس نے تورات، انجیل، زبور اور فرقان پڑھی۔ (تفسیر سورۃ فاتحہ در منثور)

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

سورہ فاتحہ میں تمام نازل شدہ کتابوں کی تعلیم

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتب نازل فرمائیں، پھر ان کے علوم چار کتب میں رکھے، پھر توریت، زبور اور انجیل کے علوم قرآن میں رکھے۔ پھر قرآن کے علوم المفصل (سورتوں) میں رکھے۔ پھر المفصل کے علوم فاتحہ الکتاب میں رکھے۔ پس جس نے فاتحہ الکتاب کی تفسیر کو جان لیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے تمام نازل شدہ کتب کو جان لیا۔[2]

---

1 تفسیر سورہ فاتحہ۔ در منثور ج ۱۔

2 شعب الایمان ج ۲، ص ۴۵۱۔ حدیث ۲۳۷۱۔ تفسیر سورہ فاتحہ تفسیر در منثور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

سورہ فاتحہ میں شفاء ہے

ابنِ قانع نے معجم الصحابہ رضی اللہ عنہم میں رجاء الغنوی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شفاء طلب کرو ان الفاظ سے جن سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے حمد کرنے سے پہلے خود اپنی حمد فرمائی اور ان الفاظ سے شفاء طلب کرو جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح خود فرمائی ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

پس جسے قرآن شفاء نہیں دیتا اسے اللہ تعالیٰ بھی شفاء نہیں دیتا۔[1]

سونے سے قبل سورہ فاتحہ پڑھنے کی برکت

امام ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں حضرت شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے سونے کے لیے بستر پر جائے تو اسے ام القرآن اور ایک سورت پڑھنی چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے جب تک وہ نیند سے بیدار نہیں ہو جاتا۔[2]

---

1 معجم الصحابہ ج۴، ص ۱۶۲۲۔ تفسیر سورہ فاتحہ در منثور ج۱، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

2 تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ج۶ ص ۲۹۲ مطبوعہ بیروت۔ تفسیر سورہ فاتحہ تفسیر در منثور ج۱، امام سیوطی

سورہ فاتحہ ام القرآن، ام الکتاب ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ ابی مردودیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(سورہ) الحمدللہ رب العالمین، ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی ہے۔(تفسیر در منثور، ج ۱)

سورہ فاتحہ زہر سے شفاء ہے

امام سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاتحۃ الکتاب زہر سے شفا ہے۔[1]

سورت فاتحہ کے دم کرنے سے سانپ کا زہر ختم ہو گیا

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب رضی اللہ عنہم ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے جس میں بچھو کا ڈسا ہوا یا سانپ کا ڈسا ہوا تھا۔ اس قبیلہ کا ایک فرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور

1شعب الایمان ج ۲، ص ۴۵۰، حدیث ۲۳۶۸

پوچھا کہ کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے۔ ہمارے قبیلہ میں ایک شخص ہے جسے بچھو یا سانپ نے کاٹا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی اس کے ساتھ گیا اور اُس پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ پس وہ شخص ٹھیک ہو گیا۔[1]

سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے سر درد کا علاج

ثعلبی نے معاویہ رحمۃ اللہ علیہ بن صالح عن ابی سلیمان کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں ایک شخص کے پاس سے گزرے، جس کو درد کی تکلیف تھی، کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اس کے کان میں ام القرآن سورہ فاتحہ پڑھی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ام القرآن ہے اور یہ ہر بیماری کی شفا ہے۔[2]

الحمدللہ کہ سورہ فاتحہ کا تفسیری خلاصہ مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات جو سورہ فاتحہ میں اور قرآن مجید میں دی گئی ہیں، اُن سب پر عمل کرنے کی توفیق نصیب کریں اور ہم سب کو اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین۔

وَ الحَمدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِراً وَ الصَّلٰوۃ وَ السَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَ سَرمَداً

---

1 تفسیر در منثور ج ا تفسیر سورہ فاتحہ

2 تفسیر در منثور ج ا، تفسیر سورہ فاتحہ

خادم اہلسنت عبدالوحید

قید و بند اور رہائی

الحمد للہ کہ سورہ فاتحہ کے یہ دروس مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اڈیالہ جیل راولپنڈی میں درسِ قرآن کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جامع مسجد اڈیالہ جیل راولپنڈی میں مکمل تفسیر بیان القرآن مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا خلاصہ درس کی صورت میں سبق کے طور پر دوران قید، قیدی احباب اور حوالاتی نظر بند پڑھتے اور سنتے رہے۔

شب ۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۹۸ء شب جمعہ کو مدنی جامع مسجد چکوال سے دفعہ ۳۰۲ کے تحت ایک سازش کے تحت ایک من گھڑت رپورٹ پر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالوحید حنفی کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی پہلے تھانہ سٹی چکوال اور پھر رات کو تھانہ سول لائن راولپنڈی میں لے جا کر نظر بند کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد 10 اکتوبر 1998ء مطابق ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ بروز ہفتہ ڈسٹرکٹ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی میں سیل ۳ میں نظر بند کر دیا گیا اس طرح ایک سال تین ماہ نظر بند رہا۔ پھر عمر قید ۲۵ سال سنا دی گئی اور اڈیالہ جیل بارک نمبر ۳ میں منتقل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ۳ سال تک ہائی کورٹ لاہور میں اپیل چلتی رہی۔ اس دوران بندہ اڈیالہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جیل کی جامع مسجد میں درسِ قرآن دیتا رہا۔

آخر قتل کا الزام غلط ثابت ہونے پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۴ سال ایک ماہ ۲ دن قید کاٹنے کے بعد 11 نومبر 2002ء مطابق ۵ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بروز پیر سنٹرل جیل راولپنڈی سے الحمدللہ رہائی نصیب ہوئی۔ یہ دروس دورانِ قید قلم بند کیے گئے تھے۔

ابدال کون ہوتے ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے؟

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ اَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ قِيْلَ الْعَنْهُمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَا اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَبْدَالُ يَكُوْنَ بِالشَّامِ وَ هُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اِبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَ يَنْصُرُبِهِمْ عَلَى لْاَعْدَاءِ وَ يُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۔[1]

حضرت شریح بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہلِ شام کا ذکر کیا گیا۔ ان سے کہا گیا کہ اے امیر المومنین! شام والوں پر لعنت کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں! حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب ان میں سے کوئی شخص مر جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی

1 مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ج۳ حدیث ۶۰۱۵

جگہ دوسرے شخص کو مقرر کر دیتا ہے۔ان ابدال کے وجود کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ان کی نصرت سے دشمنانِ دین سے بدلہ لیا جاتا ہے۔اور انہیں کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب کو دفع کیا جاتا ہے۔

وضاحت ''اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنَ بِالشَّامِ'' ابدال شام میں ہوتے ہیں۔

(۱) ابدال جمع کا لفظ ہے اس کا مفرد ''بدل'' ہے۔ جس طرح ''ابرار'' کا لفظ جمع کا ہے اور مفرد ''بَرّ'' ہے۔

چوں کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے رتبہ پر فائز ہو کر بدلتے رہتے ہیں اس لیے ان کو ''ابدال'' کہا گیا ہے۔

اس حدیث میں آں حضرت ﷺ نے ''ابدال'' کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آں حضرت ﷺ نے ابدال کا مسکن اور مرکزی مقام شام بتایا ہے کہ یہ لوگ شام میں ہوں گے۔

(۲) اس کا یہ مطلب نہیں کہ شام کے علاوہ کہیں نہیں ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا مرکزی ہیڈ کوارٹر اور اکثری جماعت شام میں ہو گی۔

جس طرح پولیس ہیڈ کوارٹر تو کسی ایک شہر میں ہوتا ہے لیکن اس مرکزی شہر سے کئی دیہات اور ملحق ہوتے ہیں۔یا فوج کا ہیڈ کوارٹر تو کسی صوبہ میں ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ دوسرے شہر اور صوبے، تحصیلیں اور ضلع ملحق ہوتے ہیں۔

اسی طرح کسی حکومت کا ہیڈ کوارٹر تو کسی ایک شہر میں ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ دوسرے صوبے اور علاقے ملحق ہوتے ہیں جہاں حکومت کی جانب سے حکمران مقرر ہوتے ہیں۔ اور وہاں فوج کے افسران ڈیوٹیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح "ابدال" اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام کے لوگ ہوتے ہیں ان کا زیادہ تر تعلق "تکوینیات" سے رہتا ہے۔

(۳)"ابدال" لوگوں سے عام طور پر چھپے رہتے ہیں، اس لیے ان کو "رجال الغیب" بھی کہتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام اس نظام کے بڑے ہیں۔

تکوینی امور کے نظام کا ذکر قرآن مجید کی سورہ کہف میں ان کی گفتگو کا تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں مذکور ہے۔

اور اس حدیث نبوی ﷺ میں ان کے جماعتی نظم و نسق کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ یہ چالیس آدمی ہوتے ہیں۔ ان چالیس میں سے جب کوئی وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام اولیاء میں سے ایک کو "بدل" بنا کر ان چالیس کی تعداد کو پورا کر دیتے ہیں۔

(۴) ان نفوس قدسیہ "ابدال" کے ذریعہ سے اور ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے۔ اور دشمن کے مقابلے میں کامیابی کی دعا مانگی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔ ان کی برکت سے بڑے بڑے فتنے اور عذاب ٹل جاتے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۵) یہ حدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں نقل فرمائی ہے۔
علامہ علی قاری حنفی محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کے علاوہ ایک حدیث ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔
اس میں ''ابدال'' کی پوری تفصیل ہے۔ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جو مرفوع حدیث ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں تین سو (۳۰۰) ایسے آدمی پیدا کیے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل کی صفت پر ہیں۔
(۶) پھر اللہ تعالیٰ نے چالیس (۴۰) آدمی ایسے پیدا کیے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی صفت پر ہیں۔
(۷) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سات آدمی ایسے مقرر کیے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی صفت پر ہیں۔
(۸) پھر اللہ تعالیٰ نے ۵ آدمی ایسے مقرر کیے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قلب کی صفت پر ہیں۔
(۹) پھر اللہ تعالیٰ نے ۳ آدمی ایسے مقرر کیے ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب کی صفت پر ہیں۔
(۱۰) پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب میں سے ایک آدمی کو ایسا بنایا ہے جس کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب کی صفت پر ہے۔

(۱۱) جب اس آخری ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ اس تین کی جماعت میں سے ایک کو ترقی دے کر اس ایک کی جگہ تبدیل کر دیتا ہے۔

(۱۲) اور جب تین کی جماعت میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ کی جماعت میں سے ایک کو ترقی دے کر تین کی جماعت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

(۱۳) اور جب پانچ کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سات کی جماعت میں سے کسی کو ترقی دے کر ان کی جگہ تبدیل کر دیتا ہے۔

(۱۴) اور جب سات کی جماعت میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس (۴۰) کی جماعت سے ایک کو ترقی دے کر اس کی جگہ پر تبدیل کر دیتا ہے۔

(۱۵) اور جب چالیس کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین سو (۳۰۰) کی جماعت میں سے کسی کو ترقی دے کر ان کی جگہ پر تبدیل کر دیتا ہے۔

(۱۶) اور جب ۳۰۰ کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام اولیاء اللہ میں سے کسی کو ترقی دے کر ان کی جگہ تبدیل کر دیتا ہے۔[1]

(۱۷) ابدال کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی

---

[1] مرقات شرح مشکوۃ ج ۱۰ ص ۶۴۶ از علامہ علی قاری حنفی محدث

ہے اس لیے ان کا انکار مناسب نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ ان کے نمائندے دنیا کے مختلف مقامات پر مخلوقِ خدا کی خدمت میں مقرر ہوتے ہیں۔ یہ عام انسانوں کی طرح انسان ہیں مگر ان کا ایک الگ نظام ہے۔[1]

صدیقوں کی علامات......حدیث قدسی

حضور ﷺ اپنے مالک حقیقی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص میری تقدیر کے سامنے سر جھکاتا ہے اور میری آزمائش پر صبر کرتا ہے اور میری نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے تو میں اسے صدیقوں میں لکھوں گا۔ اور جو شخص میری تقدیر پر راضی نہیں اور میری آزمائش پر صبر نہیں کرتا اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتا تو پھر اُسے چاہیے کہ میرے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کر لے۔[2]

اللہ تعالیٰ سے ملنے کا راستہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر سالکین کا راستہ چاہتے ہو تو دن کو روزے رکھو اور رات کو جاگو اور گناہوں کو چھوڑ دو۔ اور اگر تجھے ولیوں کا راستہ چاہیے تو مخلوق سے علیحدگی اختیار کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۴۴)

---

1 توضیحات شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۵۴۴ از مولانا فضل محمد یوسف زئی مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی

2 تفسیر روح البیان ج ۲ پ ۵ ص ۳۴

حدیث: لَا طَاعَةَ الْمَخْلُوْقِ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔[1]

منازل سلوک (۱) مقام عبدیت پر عبد، (۲) مقام صدیقیت پر صدیق، (۳) مقام شہادت پر شہید، (۴) مقام قیومیت پر قیوم، (۵) مقام غوثیت پر غوث، (٦) مقام قطبیت پر قطب الاقطاب، قطب التکوین، قطب الارشاد ہوتا ہے۔ اس کے نیچے پھر درجہ بدرجہ قطب ہوتے ہیں۔

اقسام الاولیاء اللہ اس باب میں بزرگوں کی مختلف عبارتیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ سب بارہ منصب ہیں: (۱) ابدال، (۲) ابرار، (۳) اخیار، (۴) اقطاب، (۵) امامین، (٦) اوتاد، (۷) عمد، (۸) غوث، (۹) مفردان، (۱۰) مکتومان، (۱۱) نجباء، (۱۲) نقباء۔

قطب الارشاد اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کے متعلق خدمت، ارشاد و ہدایت و اصلاح قلب و تربیت نفوس و تعلیم، طرق قرب و قبول عند اللہ ہے۔ اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں۔ اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض اتم و اعم ہو، اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقیقی نائب ہوتے ہیں۔[2]

---

1 تفسیر معارف القرآن ج ۵ سورہ بنی اسرائیل ص ۴۵۲

2 التکشف، شریعت و طریقت از تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۴۰

(۲) لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔[1]

(۳) قطب الارشاد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے قطب ہونے کو جان بھی لے۔ ایک وقت میں قطب متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔[2]

ہر بستی میں قطب شیخ اکبر ابن عربی اندلسی المتوفی ۶۳۸ھ مؤلف فتوحات مکیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ہر بستی میں خواہ وہ کفار ہی کی ہو، قطب ہوتا ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ فرماتے ہیں: اس کلام کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ وہاں ہی کے باشندوں میں سے ہو اور باطن میں مسلمان ہو مگر کسی خاص حالت کی وجہ سے اخفا کرے اور یہ بعید ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اُس جگہ مقیم نہ ہو لیکن وہ بستی اس کے تصرف میں ہو۔ جیسا کہ تھانیدار کہ اس کا تعلق دیہات سے بھی ہوتا ہے۔......

(۲) مگر اس کی ایک خاص علامت ہے اور وہ علامت یہ ہے کہ اس زمانہ کے اہل باطن کا اس کے ساتھ معاملہ دیکھا جائے۔ اگر وہ اس کا ادب کرتے ہوں تو ادب کرے اور اس کے بارے میں کف لسان کرے ورنہ ہر کافر کا معتقد نہ بنے۔ کیوں کہ اس طرح تو جہاد وغیرہ سب بند ہو جائے گا۔[3]

---

[1] کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۲۸، شریعت وطریقت ص ۳۴۰

[2] الکلام الحسن ص ۸۷، شریعت وطریقت از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ ص ۳۴۱

[3] شریعت وطریقت از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ ص ۳۴۱

قطب تکوین دوسرے وہ (قطب) جن کے متعلق خدمت اصلاحِ معاش وانتظام اُمورِ دُنیویہ ودَفع بلیلات ہے کہ ہمت باطنی سے باذنِ الٰہی ان اُمور کی درستی کرتے ہیں۔ اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں۔ جن کو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں۔ اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے، اس کو قطب تکوین کہتے ہیں۔ اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے، جن کو مدبرات امر فرمایا گیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے مقام و منصب کے لئے ایسے تصرفاتِ عجیبہ کا ہونا لازم ہے، بخلاف اہل ارشاد کے کہ ان کا خود صاحب خوارق ہونا بھی ضروری نہیں۔ البتہ ان حضرات کی کرامات اور طور کی ہوتی ہیں کہ ان کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ امور ذوقی و وجدانی ہیں کہ اکثر اوقات ان کی خدمت و صحبت سے جو شخص مستفید ہوتا ہے، اس کو معلوم ہوتے ہیں۔ باقی یہ کہ جب نفع طریقت اہل ارشاد ہی سے ہوتا ہے تو اہل تکوین کے کمالات بیان کرنے سے کیا فائدہ؟ تو اس میں دو فائدے ہیں: ایک علمی، دوسرا عملی۔ علمی تو یہ کہ ایک کام کی بات معلوم ہو جائے تاکہ علم ناقص نہ رہے۔ عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت میں خستہ حال وشکستہ بال و ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ کسی کو معلوم ہوگا تو مساکین کی تحقیر

وتوہین تونہ کرے گا۔

ابدال کی عادات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، احیاء العلوم میں لکھتے ہیں: کہتے ہیں کہ کسی سیاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا۔ انہوں نے نہ کھایا۔ سیاح نے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ہم بجز حلال اور کچھ نہیں کھاتے اور اسی وجہ سے ہمارے دِل مستقیم رہتے ہیں اور حالت یکساں رہتی ہے۔ اور عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور اگر ہم تین دن وہ غذا کھائیں جو لوگ کھاتے ہیں تو نہ تو کچھ علم یقین ہم کو نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دِل میں باقی رہے۔

اس سیاح نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہوں اور ہر مہینہ میں تیس قرآن ختم کرتا ہوں۔

ابدال نے فرمایا کہ یہ چیز جو میں نے رات تیرے سامنے پی ہے، میرے نزدیک تیرے تیس ختم قرآن سے جو تین سو رکعتوں میں ہوں، بہتر ہے۔ اور انہوں نے رات کو جنگلی ہرنی کا دودھ پیا تھا۔[1]

(۲) حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ صدیق لکھتا ہے۔

(۳) حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ جو کوئی یہ چاہے کہ صدیقوں کی علامتیں اس پر روشن ہو جائیں تو چاہیے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ

---

1 احیاء العلوم ج ۲ ب ۴ حلال و حرام

کھائے اور بجز سنت اور فرض امور کے اور کوئی کام نہ کرے۔

(۴) اور کہتے ہیں کہ جو شخص چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہے، اس کا دِل سیاہ ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ باب حلال و حرام فصل ص ۱۲۹)

ابدال کی صفات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، احیاء العلوم میں لکھتے ہیں: بعض اکابر نے ابدال کی صفت بیان کی ہے کہ ان کی غذا فاقہ ہے۔ اور کلام ضرورت یعنی جب تک اُن سے کوئی کچھ نہ پوچھے تب تک نہ بولتے ہیں اور جب کوئی کچھ پوچھتا ہے اور ایسا شخص موجود دیکھتے ہیں کہ وہ بتادے گا تو چپ رہتے ہیں اور اگر مجبور ہی ہوتے ہیں تو خوب جواب دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ سوال سے پہلے بولنے کی تقریر کو خفیہ خواہش میں شمار کیا کرتے تھے۔[1]

ابدال کی عادات (۱) کسی کو گالی نہیں دیتے۔ (۲) کسی پر لعنت نہیں کرتے۔ (۳) اپنے ماتحت کو نہ ایذا دیتے ہیں، نہ انہیں حقیر سمجھتے ہیں۔ (۴) اپنے سے بڑے کے ساتھ حسد نہیں کرتے۔ (۵) لوگوں سے میٹھے بول بولتے ہیں۔ (۶) نہایت نرم اور رقیق ہوتے ہیں۔ (۷) سخی دِل ہوتے ہیں۔ (۸) اُن کی (روحانی) پرواز کو نہ تیز گھوڑے پہنچ سکتے ہیں، نہ تیز ہوائیں۔ بس اُن کا واسطہ صرف رب تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ (۹) اُن کے دِل عالم ملکوت کی طرف لگے رہتے ہیں۔ (۱۰) ہر وقت نیکی میں سبقت کرتے رہتے ہیں۔

---

[1] احیاء العلوم ج ۲ باب اول علم کا بیان فصل ۶ ص ۱۳۸

اللہ تعالیٰ کا حقیقی گروہ یہی حضرات ہوتے ہیں:

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ۲۸ سورۃ مجادلہ آیت ۲۲)

ترجمہ: خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

یہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ انہوں نے کتاب روض الریاحین میں لکھا ہے۔ (حاشیہ تفسیر روح البیان ج۳ پ۹ ص۲۲۰)

اللہ تعالیٰ اپنی رضا نصیب کریں۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبد الوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۲۳ محرم ۱۴۴۰ھ، ۳/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

☆☆☆☆

اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں
النور مینجمنٹ چکوال
0334-8706701
www.zedemm.com
zedemm@yahoo.com

خادم اہلسنت

حافظ عبدالوحید الحنفی

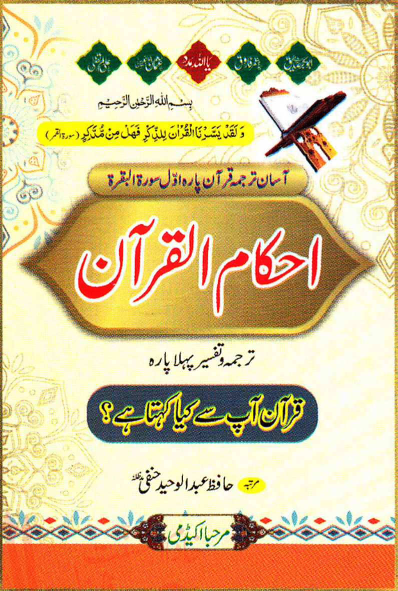

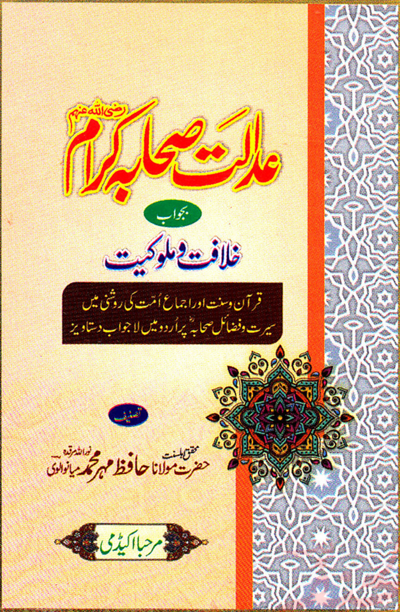

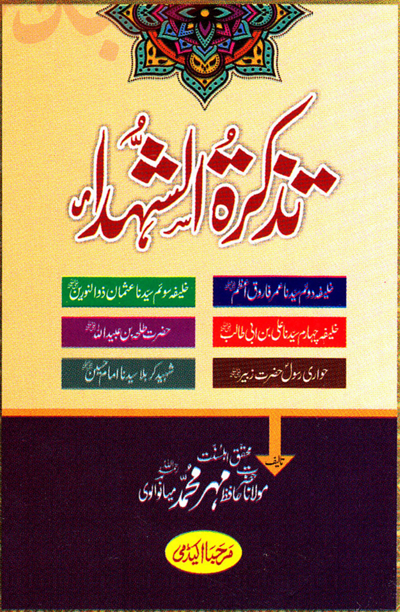

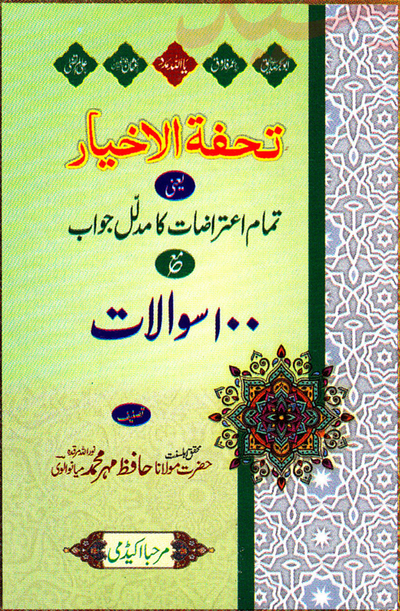

برائے رابطہ: 0308-7877243